مناظرہ و سلام
۴۲۸

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ

لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

ارشادِ نبوی اُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ

مجھے دو خزانے دیئے گئے ایک سرخ اور ایک سفید

مغرب میں تبلیغ اسلام

یا

اسلام کا دورِ جدید

محمد علی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر شائع کیا

بار اول

تعداد طبع ۴۰۰۰

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

قائم شدہ ۱۹۱۴ء ۔ دو لاکھ سالانہ آمد و خرچ

بیس سال کا کام

---

۱ ۔ ووکنگ مشن جو یورپ کا سب سے پہلا اسلامی مشن ہے۔ اسی انجمن کے ممبروں کی قربانیوں سے قائم ہوا۔ ۱۹۳۰ء تک اسکے زیر نگرانی کام کرتا رہا۔ اب علیحدہ ٹرسٹ کی زیر نگرانی کام کر رہا ہے۔

۲ ۔ جرمن مسلم مشن ۱۹۲۴ء میں برلن دار الخلافہ جرمن میں قائم کیا گیا۔ قریب ایک سو جرمن مسلمان ہو چکے ہیں۔

۳ ۔ ویانا مشن۔ آسٹریا کے دار الخلافہ میں ۱۹۳۲ء کے شروع میں قائم کیا گیا۔

۴ ۔ جاوا مشن۔ جاوا اور سماٹرا کے ۵ کروڑ مسلمانوں کو عیسائیت کی دستبرد سے بچانے کے لئے ۱۹۲۴ء میں قائم کیا گیا۔

۵ ۔ برلن دار الخلافہ جرمنی میں یورپ کے عین وسط میں ۱½ لاکھ روپے کے خرچ سے عظیم الشان مسجد بنوائی گئی۔

۶ ۔ قرآن شریف کا ترجمہ یورپ کی تین زبانوں میں ہو چکا ہے۔ انگریزی میں تیس ہزار کاپی اب تک چھپ چکی ہے۔ ڈچ ترجمہ جاوا مشن کی زیر نگرانی ایک دو ماہ میں مطبوعہ ہو کر نکلنے والا ہے۔ جرمن ترجمہ مکمل ہے۔ طبع باقی ہے۔

۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

یورپ میں تبلیغ اسلام کا پہلا داعی

مغربی بلاد میں جنہیں آج تہذیب کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے تبلیغ اسلام کا پہلا اور سب سے بڑا داعی خود قرآن کریم ہے جو اپنے آپ کو ذکر للعالمین (القلم ۵۲) یا ساری قوموں کیلئے ذکر قرار دیتا ہے۔ اور جس نے آنحضرت صلعم کو للعالمین نذیرا (الفرقان ۱) قرار دیا ہے یعنی دنیا کی ساری قوموں کے لئے نذیر۔ قرآن کریم سب قوموں کیلئے ذکر اور آنحضرت صلعم سب قوموں کیلئے نذیر اسی وقت ہو سکتے ہیں جب آپ کا پیغام دنیا کی ساری قوموں کو پہنچایا جائے پس ہر مسلمان کا جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے یہ فرض ہے کہ آپ کا پیغام تمام قوموں تک پہنچانے کی کوشش کرے انہی آیات پر ایمان رکھتے ہوئے بزرگان دین تمام مشرقی ممالک میں پھیل گئے اور مشرق کی ہر ایک قوم کے اندر اس پیغام کو پہنچایا۔ مگر مغربی ممالک صحیح معنے میں ابتک اس پیغام سے محروم ہیں۔ اور یہ آیات ہر فرزند اسلام کو بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ وہ اٹھے۔ اس پیغام کو جو مشرق میں پہنچ چکا ہے مغرب میں بھی پہنچائے بلکہ مغربی اقوام کو انذار قرآنی کا خصوصیت سے حقدار بھی ٹھیرایا۔ جیسا کہ سورہ کہف کی ابتدائی آیات میں سے دوسری آیت میں عام انذار کا ذکر کر کے (لینذر باسا شدیدا من لدنہ) چوتھی آیت میں مغربی اقوام کیلئے خاص انذار کا ذکر

فرمایا وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا۔ اُن لوگوں کو بھی ڈرائے جنہوں نے خدا کا بیٹا بنایا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ خدا کا بیٹا بنانیوالی قومیں مغرب میں ہی ہیں۔ یعنی یورپ اور امریکہ میں۔ پس نہ صرف عام انذار میں ان کو شامل کرتے ہوئے بلکہ اس انذار خصوصی کو مدنظر رکھتے ہوئے متبعین اسلام کا فرض ہے کہ قرآن کریم کو اب مغربی اقوام میں پہنچائیں لیکن قرآن کریم صرف اس فرض تبلیغ کی طرف ہی متوجہ نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ ایک خوشخبری بھی دیتا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدٰی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ اللہ نے اپنے رسول کو کامل ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا ہے تاکہ وہ اُسے تمام مذاہب پر غالب کرے اس خوشخبری کو بہت بڑی اہمیت دی ہے یہاں تک کہ تین مرتبہ اس کا مختلف موقعوں پر اعادہ کیا ہے (الصف - ۹) (الفتح - ۲۸) (التوبہ - ۳۳) پس جو کوئی شخص یا قوم خدا کے دین کی تبلیغ کو اپنے ذمہ لے۔ اسی کیلئے یہ خوشخبری بھی ہے کہ جس ملک میں وہ چاہے اس دین کو لے جائے یہ ضرور وہاں غالب ہو کر رہے گا۔

دُوسرا داعی

دوسرا داعی وہ واقعات تاریخی ہیں جنہوں نے مذکورہ بالا پیشگوئی کی تصدیق پر مہر لگا دی ہے۔ سب سے بڑا تاریخی واقعہ تو خود ملک عرب کے اندر اسلام کا غلبہ ہے کہ تیئس سال کے عرصہ میں سارے کا سارا ملک مسلمان ہوگیا اور دوسرے مذاہب جیسے یہودی یا عیسائی کچھ رہے بھی تو برائے نام رہ گئے۔ اس کے بعد بھی ہر زمانہ کی تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ اسلام کا پیغام جس ملک میں پہنچا کروڑوں انسانوں نے اس کے سامنے گردن جھکا دی اور ہر ملک میں اس کا قدم ترقی کی طرف ہے ایران، ترکستان، افغانستان، روس، وسطی ایشیا،

ہندوستان، چین، جزائر سب ملکوں کی تاریخ اس پر گواہ ہے۔ یہ تاریخی واقعات بھی ایک مسلمان کو بلند آواز سے پکار رہے ہیں کہ یورپ کی نمائشی تہذیب سے، اُس کی مادہ پرستی سے، اسکی دہریت سے، اس کی علمی ترقیوں سے وہ مرعوب نہ ہو۔ اسلام کا پیغام جب مغرب میں پہنچے گا تو یہاں بھی وہ دوسرے ادیان پر تدریجاً اسی طرح غالب آتا جائیگا جس طرح مشرق میں غالب آیا۔

تیسرا داعی

حدیث نبوی یورپ میں تبلیغ اسلام کیلئے تیسرا داعی ہے۔ مسلم، ابوداؤد اور ترمذی کی حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ان ربی زوی لی الارض فاریت مشارقھا ومغاربھا وان ملک امتی سیبلغ ما زوی لی منھا واعطیت الکنزین الاحمر والابیض۔ میرے رب نے میرے لئے ساری روئے زمین کو سکیڑ دیا یعنی اُس کا نقشہ میرے سامنے رکھ دیا سو مجھے اُس کے مشرقی ممالک اور اُس کے مغربی ممالک دکھائے گئے۔ اور میری اُمت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جس کا مجھے نقشہ دکھایا گیا۔ اور مجھے دو خزانے دیئے گئے سرخ اور سفید۔ اس حدیث میں نہ صرف آپ کو ساری زمین کا نقشہ دکھایا گیا بلکہ مشرقی اور مغربی ممالک کا الگ الگ ذکر بھی ہے۔ خوشخبری بھی ساتھ ہی موجود ہے کہ میری اُمت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی۔ اُمت کی حکومت سے دونوں قسم کی حکومت مراد ہو سکتی ہے جسمانی بھی اور روحانی بھی۔ اور چونکہ دین کی اصل حکومت روحانی ہی ہے۔ اس لئے اسی کا یہاں ذکر ہے یعنی مشرقی ممالک میں بھی اسلام پھیلے گا اور مغربی ممالک میں بھی۔ اور اسی کی مزید تشریح آگے فرمائی ہے کہ مجھے دو خزانے دیئے گئے ایک سرخ جس میں اشارہ مشرقی لوگوں کی طرف ہے کیونکہ اُن کا غالب رنگ گندمی ہے

اور ایک سفید جس میں اشارہ مغربی لوگوں کی طرف ہے کیونکہ ان کا غالب رنگ سفید ہے

چوتھا داعی

چوتھا داعی نسل انسانی کے اور بالخصوص یورپ کے موجودہ مصائب اور مشکلات ہیں جن کا حل سوائے اسلام کے کہیں نہیں مل سکتا۔ بہت مسلمان ہیں جو یورپ میں مادہ پرستی کو غالب دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ ان حالات میں یورپ کو خدا پرستی کی تعلیم دینا تضیع محنت ہے۔ بلاشبہ یورپ میں مادہ پرستی کا زور ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ہی خدا کی تلاش بھی موجود ہے۔ اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ یورپ میں سوائے مادہ پرستی کے کچھ نہیں رہا تاہم دانایان فرنگ کا بڑا حصہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ تہذیب کی بنیاد صرف اخلاق اور روحانیت پر رکھی جا سکتی ہے اور یہ چیزیں بغیر مذہب کے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ مگر آج یورپ ایسے خدا کو ماننے پر آمادہ ہے جو اس کائنات کا پیدا کرنے والا ہے جو ہر ذرہ ذرہ ہے۔ جو قوتوں پر متصرف ہے جس کے ساتھ انسان تعلق پیدا کر سکتا ہے لیکن وہ اس فطری ضرورت کو یقیناً محسوس کر رہا ہے جو انسانوں کے دلوں سے نسل قوم اور رنگ اور رتبہ کے امتیازات کو مٹانے جو ان کے اندر ایسی مساوات پیدا کر دے کہ وہ ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھنے لگیں۔ مال کی محبت کی جگہ جس نے قوم کو قوم کا اور انسان کو انسان کا دشمن بنا دیا ہے ایک ایسی ذہنیت انسانوں کے اندر پیدا کر دے کہ وہ اپنے مال میں اپنے غریب بھائیوں کا حق سمجھیں۔ مغربی تہذیب کو سرسری نظر سے دیکھنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ یورپ اس حالت پر خوش ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تہذیب کی اس صاف سطح کے نیچے مشکلات اور مصائب کا ایک تلاطم ہے۔ رنگ اور قوم کی تفریقات، مرتبہ کے امتیازات، دولت کی غیر مساوی

تقسیم، سرمایہ اور محنت کے جھگڑے، نکاح اور طلاق کی مشکلات، اور اور ایسے ہی بیسیوں سوالات یورپ کیلئے عقدۂ لاینحل ہیں۔ مگر ان سب کا حل اسلام میں موجود ہے۔

پانچواں دعویٰ

ان مشکلات اور مصائب کو یورپ خود بھی محسوس کر رہا ہے۔ اور اس بات کو بھی محسوس کر رہا ہے کہ اُن کا علاج اسلام میں ہی ہے وہ ان مشکلات سے مجبور ہو کر اسلام کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلا رہا ہے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا مشہور مصنف برنارڈ شا نے نکاح و طلاق کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ان کا علاج اسلام میں ہی ملے گا اور ایک سو سال کے عرصہ میں یورپ کا غالب مذہب اسلام ہوگا۔ انہی ایام میں ایک اور کتاب بنام "وہدر اسلام" (اسلام کدھر جا رہا ہے؟) شائع ہوئی ہے جس کے خاتمہ پر ایچ آر گب لکھتا ہے کہ یورپ کی مادی تہذیب اسلام کی اخلاقی تہذیب کے سوائے زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس کی کتاب کے خاتمہ کے چند فقرات نیچے درج ہیں:۔

"مغربی تہذیب کے اس توازن کو جو اس کی یک طرفہ (یعنی صرف مادی) ترقی کی وجہ سے جاتا رہا ہے بحال کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہم اسلامی سوسائٹی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔"

"اپنی علمی اور اخلاقی زندگی کی تکمیل کیلئے یورپ ان طاقتوں اور استعدادوں کے بغیر نہیں رہ سکتا جو اسلامی سوسائٹی میں پائی جاتی ہیں۔"

"اسلام کے سامنے نسل انسانی کی خدمت کا ایک بڑا بھاری کام ہے۔۔۔ اس کے اندر وہ عظیم الشان روایات ہیں جو قوموں میں باہمی سمجھوتہ اور تعاون پیدا کر سکتی ہیں۔ نسل انسانی کی مختلف اور متعدد قوموں کے

اندر اتحاد پیدا کرنے میں جو کامیابی اسلام کو حاصل ہوئی ہے اُسکی نظیر کسی دُوسری جگہ نہیں پائی جاتی۔ اور پھر اتحاد بھی ایسا جو مرتبہ کے لحاظ سے۔ موقعہ دینے کے لحاظ سے۔ جدوجہد کے لحاظ سے نسل انسانی میں مساوات پیدا کردے۔ اس اسلام میں اب بھی یہ طاقت ہے کہ وہ قومیت اور روایات کے ایسے پراگندہ جزو کو جو باہم ملنے کے قابل نظر نہیں آتے اکٹھا کردے۔ اگر مشرق اور مغرب کی عظیم الشان قوموں کا مقابلہ کبھی تعاون میں تبدیل ہو سکتا ہے تو یہ صرف اسلام کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔"

اسلام کا رُخ پہلے مشرق کی طرف کیوں ہوا اور اب مغرب کی طرف کیوں ہونا چاہئیے

یک طرف قرآن شریف بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ وہ ساری قوموں کیلئے آیا ہے اس لئے یورپ اور امریکہ میں رہنے والی قومیں اسی طرح اس کی مخاطب ہیں جس طرح ایشیا اور افریقہ کی۔ دوسری طرف حدیث صاف الفاظ میں کہہ رہی ہے کہ جس طرح مشرقی اقوام آنحضرت صلعم کی غلامی میں آئیں اسی طرح مغربی اقوام بھی آئیں گی۔ گذشتہ تاریخ اور موجودہ واقعات بھی مسلمانوں کو بتا رہے ہیں کہ وہ اسلام کا پیغام مغرب میں پہنچائیں جس طرح اُن کے بزرگوں نے اُسے مشرق میں پہنچایا۔ اور ان سب پر خود یورپ سے یہ آواز نکل رہی ہے کہ وہ اسلام کا محتاج ہے۔ اس قدر پکار کے باوجود مسلمانوں کا اس طرف توجہ نہ کرنا جائے تعجب ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پہلے بزرگوں نے اپنی تبلیغ کا رُخ زیادہ تر مشرق کی طرف رکھا۔ شاید اس میں یہ مصلحت تھی کہ اس زمانہ میں یورپ بالکل وحشیانہ پن کی حالت میں تھا۔ اور ایشیا ہی اصل تہذیب کا مرکز تھا۔ آج

مسلمانوں کا رُخ بھی تبلیغ میں زیادہ تر مغرب کی طرف ہی ہونا چاہیے۔ مغربی تہذیب کا اس وقت ساری دنیا پر اثر ہے اور پھر اسلام کی تعلیم سے ناواقف ہونیکی وجہ سے اور کچھ پشت در پشت تعصب کی وجہ سے یورپ نے تمام ملکوں میں اسلام کے متعلق غلط خیالات پھیلا رکھے ہیں۔ اگر یورپ کا نقطۂ خیال اسلامی تعلیم کے متعلق تبدیل ہو جائے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ ساری دنیا کا نقطۂ خیال بدل گیا۔ اگر ہمارا مطمح نظر صرف اس قدر بھی ہو کہ ہم نے یورپ کی تہذیب کے اثر سے مسلمان نوجوانوں کو بچانا ہے تو اُن کو بچانے کا بہترین طریق بھی یہی ہے کہ اسلام کا جھنڈا یورپ کے اندر گاڑا جائے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ نوجوانوں کی ہمتیں بلند ہونگی اور انہیں معلوم ہو جائیگا کہ اسلام کی اخلاقی اور رُوحانی تہذیب کے سامنے یورپ کی مادی تہذیب کو سر جھکانے کے سوائے چارہ نہیں۔

اسلام کی اخلاقی اور رُوحانی تہذیب اور یُورپ کی مادی تہذیب کا مقابلہ

فی الحقیقت اس وقت دو تہذیبوں کا بڑا بھاری مقابلہ ہے۔ یعنی ایک طرف اسلام کی اخلاقی اور رُوحانی تہذیب اور دوسری طرف یُورپ کی مادی تہذیب اور یہ خیال کہ اسلام کی اخلاقی اور رُوحانی تہذیب یورپ کی مادی تہذیب کو فتح نہیں کرسکتی نہایت ہی پست ہمتی کا خیال ہے۔ بات صرف اس قدر ہے کہ مسلمانوں نے اب تک اس طرف توجہ ہی نہیں کی کہ اسلام کی اخلاقی اور رُوحانی تہذیب کو یُورپ میں پہنچانا ضروری ہے۔ وہ بلاشبہ یورپ کی مادی تہذیب سے مرعوب ہیں مگر صرف اسلئے کہ اُنھوں نے یُورپ کی تہذیب کا گہری نظر سے مطالعہ نہیں کیا۔ ورنہ وہ آسانی سے دیکھ سکتے تھے کہ یُورپ آج ان بلند اخلاق اور

اس اعلیٰ رُوحانیت سے خالی ہے جو انسانی تہذیب کا اصل جوہر ہیں۔ اور اسلئے اُس کی تہذیب میں ظاہری چمک دمک تو بیشک ہے مگر وہ رُوح سے خالی ہے اور آہستہ آہستہ وحشیانہ پن کی طرف جا رہی ہے۔ تہذیب کے مرکز میں ننگوں اور ننگیوں کے کھلے منظر اور کسبیوں اور اولاد زنا کی کثرت اس بات پر کھلے گواہ ہیں۔ اگر سوسائٹی کا نظام ہی بگڑ گیا تو علمی ترقیاں کچھ کام نہ دیں گی۔ بلا شبہ یورپ میں اسلام کا پیغام ایک سخت مقابلہ کو دیا جاتا ہے اور اس مقابلہ میں مادی سامان سب یورپ کے ساتھ ہیں لیکن اخلاق اور رُوحانیت ہمیشہ سے مادی سامانوں پر غالب آتے رہے ہیں اور آج بھی اگر مسلمان اس پیغام کو لیکر قدم آگے بڑھائیں تو مادی سامان اخلاق اور رُوحانیت کے غلبہ کو روک نہیں سکتے۔ اور اس کی بشارت تیرہ سو سال سے مسلمانوں کو دی جا چکی ہے۔ لیظہرہٗ علی الدین کلہ۔

اسلام کو قدم آگے بڑھانیکی ضرورت

اس میں شک نہیں کہ ہر ملک میں جہاں مسلمان آبادیاں ہیں اُن کی اپنی اپنی اصلاح اور ترقی ایک ضروری امر ہے لیکن دنیا کی تمام اسلامی آبادیوں کا یہ مشترکہ فرض ہے کہ اسلام کا قدم آگے بڑھتا رہے۔ اگر ہم نے اس بات کا فکر نہ کیا اور اسلام کا قدم آگے بڑھانے کی تجاویز پر عملدرآمد نہ کیا تو اس کا قدم پیچھے ہٹنے لگ جائے گا کیونکہ دُنیا میں جو چیز ترقی نہیں کرتی وہ تنزل کی طرف چلی جاتی ہے۔ اسلام تیرہ سو سال سے برابر ترقی کرتا چلا آیا ہے اور ہر زمانہ میں نئی سے نئی فتوحات حاصل کرتا رہا ہے تو یہ زمانہ جس میں سوئے ہوئے مذہب بھی بیدار ہو گئے ہیں اور بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ اسلام کی ترقی کا قدم تیزی سے آگے بڑھے۔ اور ہر مسلمان تبلیغ اسلام کو اپنا اولین

فرض سمجھے۔ اور سب کے سب متفق ہو کر اپنی طاقت کا ایک حصہ تبلیغ اسلام پر صرف کریں کیونکہ مسلمانوں کی اپنی ترقی بھی اسلام کی ترقی سے ہی وابستہ ہے۔

تبلیغ اسلام کا بہترین میدان اور اسکی صورت

قرآن شریف کو ایک سرسری نظر سے پڑھنے والا انسان بھی اس بات کو دیکھ سکتا ہے کہ اس پاک کتاب نے عقل و فکر کو کام میں لانے پر کس قدر زور دیا ہے اور کس طرح بار بار اس بات کو بیان کیا ہے کہ قرآن کریم علم و حکمت کی کتاب ہے اور اسلام علم و حکمت کا مذہب ہے۔ تو چونکہ اس وقت یورپ اپنی علمی ترقیوں میں بھی دنیا کی تمام قوموں سے آگے نکلا ہوا ہے اس لئے یہی میدان تبلیغ اسلام کا بھی بہترین میدان ہے۔ اور اس میدان میں تبلیغ اسلام کے لئے صرف دو باتوں کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ قرآن کریم اور سیرت نبوی کے ترجمے یورپ کی مختلف زبانوں میں کر دیئے جائیں۔ دوسرے یہ کہ ہر ملک میں ایک مشن قائم ہو جائے جو اس ملک کے لئے اسلامی لٹریچر بہم پہنچانے میں مرکز کا کام دے۔ ہمارا کام صرف اسی قدر ہے اور یہ کوئی بہت بڑا کام بھی نہیں اگر مسلمان بحیثیت مجموعی اس کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ایک بہت چھوٹی سی جماعت ہے شائد چند ہزار ہو لیکن کس قدر عظیم الشان کام یورپ میں تبلیغ اسلام کا اس جماعت نے کر دکھایا ہے۔ ووکنگ کے علاوہ دو مرکز تبلیغ اسلام کے یورپ میں اور قائم ہیں۔ ایک برلن پایہ تخت جرمنی میں دوسرا ویانا پایہ تخت آسٹریا میں۔ دو اور مشنوں کی بنیاد رکھی جا چکی ہے اور شائد ایک دو سال کے اندر اندر جاری ہو جائیں۔ ایک ہالینڈ میں اور ایک ہسپانیہ میں۔ ایک عظیم الشان مسجد برلن میں بن چکی

جہاں عیدین اور جمعہ کی نمازیں ہوتی ہیں۔ قرآن کریم کا تین یورپین زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ انگریزی، ڈچ، جرمن، سیرت نبوی کا ترجمہ بھی کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ انگریزی، ڈچ، جرمن اور پولش زبانوں میں مذہبی اخبار اور رسالے جاری ہیں۔ اگر ایک چھوٹی سی جماعت جو تعداد کے لحاظ سے کسی گنتی میں نہیں اتنا بڑا کام تبلیغ اسلام کا کر سکتی ہے تو دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان نہ سہی ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمان ہی اس سے ہزار گنا زیادہ کام کر سکتے ہیں۔ اور اگر ایسا ہو تو یورپ اور امریکہ کی کوئی بڑی بستی تبلیغ اسلام سے خالی نہیں رہ سکتی۔

یورپ میں تبلیغ اسلام کا خیال اس زمانہ میں پہلے کس طرح پیدا ہوا

یہ خیال کہ علوم اسلامی کو اور تعلیمات قرآنی کو تمام قوموں کے اندر اور بالخصوص مغرب میں پھیلانے کی ضرورت ہے اس زمانہ میں سب سے پہلے اس شخص کے دل میں اٹھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد بنا کر بھیجا۔ چنانچہ آپ کی سب سے پہلی تصنیف براہین احمدیہ میں جو ۸۴-۱۸۸۰ء میں شائع ہوئی جگہ جگہ اس خیال کا اظہار پایا جاتا ہے بطور نمونہ ایک جگہ سے یہاں لفظ نقل کئے جاتے ہیں:۔

"پس خداوند نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقایق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ علوم تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرمائے۔"

۹۰-۱۸۸۹ء میں جب آپ پر یہ ظاہر کر گیا کہ آپ ہی ان پیشگوئیوں کے مصداق

ہیں جو اس اُمت میں آنے والے مسیح کے متعلق ہیں تو آپ کی توجہ بالخصوص ممالک مغربی کی طرف ہوئی۔

"اس عاجز پر جو ایک رویا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور اُن کو اسلام سے حصّہ ملے گا۔ اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے رنگ سفید تھے سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵)

"اس نازک وقت میں ایک شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے اُٹھا اور چاہتا ہے کہ اسلام کا خوبصورت چہرہ تمام دنیا پر ظاہر کرے اور اس کی راہیں مغربی ملکوں کی طرف کھولے۔" (ازالہ صفحہ ۷۶۹)

"پھر میں جہاں تک میرے امکان میں ہے تالیفات کے ذریعہ سے ان علوم اور برکات کو ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالیٰ کی پاک روح نے مجھے دیئے ہیں یہ سچ بات ہے کہ یورپ اور امریکہ نے اسلام پر اعتراضات کرنے کا ایک بڑا ذخیرہ پادریوں سے

حاصل کیا ہے اور انکا فلسفہ اور طبعی بھی ایک الگ ذخیرہ نکتہ چینی کا رکھتا ہے ان اعتراضات کا کافی جواب دینے کیلئے کسی منتخب آدمی کی ضرورت ہے ..... سو میری صلاح یہ ہے کہ .. عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں میں بھیجی جائیں۔ اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر اُن کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہو سکے گا جیسے مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔" (ازالہ صفحہ ۷۷۱ تا ۷۷۳)

علماء کی ذہنیت

مگر افسوس ہے کہ قوم نے بجائے مدد کرنے کے تبلیغ اسلام کے اس مبارک کام میں ہر طرح پر رکاوٹ ڈالنے کی پوری کوشش کی اور اس کی وجہ علماء کی یہ ذہنیت ہے کہ آپس میں لڑنا جھگڑنا اور ایک دوسرے کو کافر ٹھیرانا ہی سب سے بڑی خدمت اسلام ہے۔ چنانچہ یہی وہ شغل ہے جس میں ہمارے علماء ایک مدت سے مصروف ہیں۔ ایک دوسرے کی تکفیر کا اہم کام اسقدر انکے سامنے ہے کہ کافروں کو اسلام میں لانیکا نہ خیال اُن کے دل میں آتا ہے نہ اُس کے لئے اُن کو فرصت ملتی ہے۔ دعوت اسلام کو عام کرنے اور اسے دُنیا میں اور بالخصوص مغربی ممالک میں پہنچانے کا خیال اس قدر بلند تھا اور ہے کہ وہ پست ہمت لوگ جن کی نظر اپنے بھائی کی پگڑی سے اُونچی نہیں جا سکتی۔ وہ اس مقصد بلند کو نہ دیکھ سکے اور یہ بھی نہ ہوا کہ خاموشی

ہی اختیار کرتے بلکہ اس کو زیادہ سے زیادہ کی ہر ممکن کوشش کی معمولی الفاظ کو توڑ مروڑ کر اُن سے کفر اور الحاد اور زندقہ کے خیالات کو کسی کی طرف منسوب کرنا اور اُسے کافر کہہ کر خوش ہونا یہ اس زمانہ کے علماء کا سب سے بڑا کمال ہے۔ دشمن اگر خدا کو اور پیغمبر اسلام کو گالیاں دیں تو اُن کے دل میں حرکت پیدا نہیں ہوتی لیکن ایک مسلمان کے نہایت سادہ اور بے ضرر الفاظ کو کھینچ تان کر اس سے کفر اور الحاد پیدا کر لینا اُن کا بائیں ہاتھ کا کرتب ہے اور اُس پر غیظ و غضب کا اظہار اس قدر ہوتا ہے کہ جو بظاہر بے حس و حرکت چٹان نظر آتے ہیں آتش فشاں پہاڑ بن جاتے ہیں۔ یہی وطیرہ انہوں نے مجدّد کے مقابل پر اختیار کیا ملحد زندیق دجال، کذاب، دھوکہ باز، مفتری، ملعون قرار دیا۔ اور اس کی آواز کو دبانے کے لئے پورا زور لگایا۔

مسلمانوں کا مہلک مرض

مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے ایک حدیث کی روایت کی ہے جس میں الفاظ ذیل آتے ہیں:-

ولا اسلط علیھم عدوا من سوی انفسھم فیستبیح بیضتھم و لو اجتمع علیھم من باین اقطارھا حتی یکون بعضھم یھلک بعضا	میں اس اُمت (محمدیہ) پر سوائے انکے اپنے نفسوں کے کوئی ایسا دشمن مسلط نہ ہونے دونگا جو انکو تباہ کر دیگا۔ زمین کے سب طرف سے اُن پر جمع ہو جائیں ہاں یہ خود ہی ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے۔

گذشتہ تاریخ اسلام مخبر صادق صلعم کے ان الفاظ کی صداقت پر گواہ ہے کسی دشمن نے کبھی کسی مسلمان قوم کو تباہ نہیں کیا جب تک وہ خود ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہو گئے۔ اگر کسی زمانہ میں تلوار سے ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے درپے تھے تو

آج قلم اور زبان سے اسی کام کے درپے ہیں۔ جو قوم آپس میں لڑتی رہے گی وہ دشمن کے مقابل پر کبھی نہیں نکلے گی اور دشمن اُسے آہستہ آہستہ کھاتا چلا جائے گا۔ یہی حالت آج مسلمانوں کی ہے۔

اسلامی اتحاد

یہ ایک غلط خیال ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد اس لئے نہیں ہو سکتا کہ ان میں مذہبی اختلافات ہیں۔ دنیا کی کوئی دوسری قوم نہیں جس میں مذہبی اتحاد اس قدر زبردست ہو جس قدر مسلمانوں میں ہے اور اختلافات اتنے کم ہوں جتنے مسلمانوں میں ہیں۔ سب مسلمانوں کا خدا ایک، رسول ایک، قرآن ایک، ان کی نماز ایک، روزے ایک، زکوٰۃ ایک، حج ایک۔ نہ عیسائیت میں یہ اتحاد ہے نہ ہندوؤں میں بلکہ ہندوؤں کا کسی بھی مذہبی اصول پر اتحاد نہیں۔ خدا کے ماننے والے بھی ہندو، خدا کے منکر بھی ہندو، ویدوں کو ماننے والے بھی ہندو نہ ماننے والے بھی ہندو۔ مسلمانوں میں اگر اختلاف ہے تو صرف اس قدر کہ ایک شخص یا ایک گروہ ایک آیت قرآنی کے معنے ایک طرح کرتا ہے دوسرا دوسری طرح۔ ایک حدیث کی ایک تاویل کرتا ہے دوسرا دوسری۔ اس سے بڑھ کر کوئی اختلاف نہیں۔

رواداری کی ضرورت

آج ہندو باوجود اس کے کہ ان میں کسی مذہبی اصول پر اتحاد نہیں اپنی قوم کے بقا اور استحکام کیلئے ایک ہو سکتے ہیں اور ایک دوسرے سے رواداری سے پیش آ سکتے ہیں مگر مسلمان جنکو سقدر رواداری کی تعلیم دی گئی تھی کہ دوسری قوموں کے پیغمبروں پر بھی ایمان لائیں اور دوسروں کے بتوں کو بھی بُرا نہ کہیں۔ ان میں یہ رواداری نہیں۔ اور باوجود سقدر زبردست اتحاد

کے جس کی نظیر دوسری کسی قوم میں نہیں۔ باوجود اس کے کہ سب ایک ہی قرآن کو مانتے ہیں اور ایک ہی رسول کے غلام ہیں۔ علماء کی تنگدلی اور اکثر لیڈروں کی خود غرضیوں نے مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا ہے اور وہ ایک دوسرے کے اختلاف کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اختلاف کا مٹنا تو ناممکن ہے صحابہؓ میں بھی اختلاف تھا۔ ضرورت ہے کہ اپنے زبردست اتحاد کے سامنے اختلافات کو زیادہ وقعت نہ دیں۔

تکفیر کو قرآن و حدیث نے روکا ہے

مسلمان کو مسلمان کی تکفیر کرنے سے خود قرآن شریف میں صریح الفاظ میں روکا گیا ہے۔ مسلمان کی تعریف کچھ مشکل نہیں۔ جب ایک کافر کو مسلمان کرنا ہو تو اسے صرف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھایا جاتا ہے۔ اور یہی تیرہ سو سال سے ہو رہا ہے۔ گر ایک کافر بھی یہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے تو جو پہلے ہی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتا ہے اسکو کافر کہنا کلمہ کو عملاً منسوخ قرار دینا ہے۔ قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان ہونے کی صورت السلام علیکم سے ظاہر کرے اُسے بھی کافر نہ کہا جائے

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا	جو شخص تمہیں السلام علیکم کہہ کر یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ وہ مسلم ہے اُسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔

بخاری میں حدیث ہے:۔

من صلے صلوتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ	جو شخص ہماری نماز پڑھتا ہو اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہو وہ مسلم ہے جس کیلئے اللہ اور اسکے رسول کا عہد ہے۔

اہل قبلہ کی تکفیر سے فقہاء نے بھی روکا ہے

نغاوج: التی وقو ذھب ج سیا ویات

الائمة المعتبرون من الحنفية و الشافعية والمالكية والحنابلة و الاشاعرة مذهبهم على ان لا يكفر احد من اهل القبلة۔	حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی اور اشاعرہ جملہ معتبر اماموں کا یہ مذہب ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے۔

درالمختار میں ہے :۔

لا یخرج الرجل من الایمان الا جحود ما ادخله فیه۔	انسان کو ایمان سے کوئی چیز خارج نہیں کرتی سوائے اسکے کہ اس بات کا انکار کرے جس سے وہ ایمان میں داخل ہوتا ہے (یعنی کلمہ کے اقرار سے اسلام میں داخل ہوتا ہے اسی کے انکار سے اسلام سے نکلتا ہے)

درالمختار میں ہے :۔

لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن۔	کسی مسلمان کی تکفیر کا فتویٰ نہ دیا جائے جب تک کہ اسکے کلام کے کوئی اچھے معنے لئے جا سکیں

مجدد وقت پر کفر کا فتویٰ

کفر کا فتویٰ اسلام میں سب سے پہلے خوارج نے حضرت علیؓ پر دیا۔ اور اس وقت سے یہ بیماری ایسی پھیلی ہو کہ بڑے بڑے اولیاء اللہ علمائے وقت کے ہاتھ سے نہ بچ سکے۔ بڑے بڑے بزرگان دین پر کفر کے فتوے لگے جیلخانوں میں ڈالے گئے۔ کوڑے لگوائے گئے اور نہایت برطرح سے رسوا کیا گیا۔ ان بزرگان دین پر اسی قسم کے الزام تھے کہ یہ فلاں مسلمہ عقیدہ کے خلاف ہیں۔ کسی کو خدائی کا مدعی ٹھیرایا۔ کسی کو جمہور سے اختلاف کرنیوالا بتایا۔ کسی پر انبیاء اور صحابہ کی توہین کا الزام دیا۔ علماء کی اسی بیماری کا شکار حضرت مرزا

غلام احمد صاحب قادیانی ہوئے جو اس چودھویں صدی کے مجدّد ہیں۔ حدیث مجدّد صحاح ستہ کی ایک کتاب میں موجود ہے۔ حفاظ حدیث کا اس کی صحت پر اتفاق ہے۔ اس حدیث کے ماتحت ہمارے اپنے ملک میں حضرت مجدّد صاحب سرہندی کا دعویٰ موجود ہے۔ آج چودھویں صدی میں کسی دوسرے مجدّد کا پتہ بھی نہیں بتایا جاتا اور مجدد پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا جاتا ہے۔

دعویٰ نبوّت سے انکار

کفر کے فتوے کی بنیاد علماء نے دعویٰ نبوت پر رکھی۔ جس کا جواب متفرق اوقات میں ذیل کے الفاظ میں دیا گیا:۔ " نبوّت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

"میں سیّدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوّت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں"۔ (اشتہار)

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔ (اشتہار)

"مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوّت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں"۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹)

لفظ نبی کا مجازاً استعمال

ساری غلط فہمی اس بات سے پیدا ہوئی کہ حدیث میں جو آنیوالے مسیح کیلئے لفظ نبی استعمال ہوا اس کی تشریح آپ نے یہ کی کہ یہ مجازی طور پر استعمال ہوا ہے اور محدث کو مجازاً نبی کہا جا سکتا ہے۔ اس لفظ کے مجازی استعمال کو غلطی سے دعویٰ نبوت سمجھ لیا گیا جس کے خلاف خود حضرت مرزا صاحب نے بار بار لکھا:۔

"نیز الامسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے" (ازالہ ص۳۴۹)

"محدثیت کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے تو کیا اس سے دعویٰ نبوت لازم آگیا" (ازالہ ص۴۲۲)

"مجازی معنوں کے رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے" (سراج منیر ص۳)

"اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسے بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں" (انجام آتھم حاشیہ ص۲۷)

"اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے" (اربعین ۳ ص۲۵)

"سمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ"

(حقیقۃ الوحی ضمیمہ ص۶۵)

مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری کا فتویٰ

جو شخص صاف الفاظ میں دعویٰ نبوت سے انکار کرے اور مدعی نبوت کو کافر قرار دے اور اس پر لعنت بھیجے اور لفظ نبی کے استعمال کو صرف مجازی استعمال قرار دے اور اس کے معنے محدث کرے اس پر کوئی خدا ترس مفتی کفر کا فتویٰ نہیں لگا سکتا۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد کے سامنے جب یہ عبارات رکھی گئیں تو انہوں نے ذیل کا فتویٰ دیا:

"ان خیالات کے اظہار کی وجہ سے وہ ماؤل ہیں یعنی تاویل کرتے ہیں اور جمہور علمائے امت اس پر اتفاق کر چکے ہیں کہ ماؤل کافر نہیں۔"

مولانا عبد الباری مرحوم نے بھی ایسی تحریرات کو دیکھ کر کفر کے فتوے سے براءت ظاہر کی اور لکھا کہ انہیں ایک سخت غلط فہمی سے نجات ہوئی اور جب تکفیر کے علمبرداروں نے اُن پر اعتراض کیا تو فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو کہ اس اُمت میں نبوت کا دعویٰ کرنے والے ہوں یا نہ ہوں تو اس کا جواب دیا گیا کہ ہم یہی چاہتے ہیں کہ نہ ہوں تو آپ نے فرمایا کہ پھر مرزا صاحب کی جماعت کے اس حصے کی تاویل قبول کرو جو یہ کہتے ہیں کہ ان کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا بلکہ مجددیت کا تھا۔

یہی مسلک سلف کا تھا

فقہائے اُمت کا مسلک جیسا کہ اوپر بیان ہوا یہی تھا فرض کرو کہ حضرت مرزا صاحب کے اقوال کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک وہ جو مکفر علماء نے کئے اور جو جماعت قادیان کرتی ہے۔ دوسرے وہ جو تکفیر سے بیزاری کا اظہار کرنیوالے علماء کرتے ہیں اور احمدیہ جماعت لاہور کرتی ہے۔ تو اُن میں سے فقہاء کے نزدیک قابل تسلیم وہی تاویل ہے جو حضرت مسیح موعود کو دعویٰ نبوت سے بری ٹھیراتی ہے۔ لا یفتی بتکفیر مسلم مہما امکن حمل کلامہ علی محمل حسن۔ جب تک اچھے معنے ہو سکیں تب تک بُرے معنے پر کلام کو محمول نہ کیا جائیگا۔ یہ در مختار اور رد المحتار کا فیصلہ ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ حضرت مجدد کے صریح اقوال نقل ہو چکے ہیں کہ وہ مدعی نبوت کو کاذب اور کافر قرار دیتے ہیں اور اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اس صورت میں لفظ نبی کے استعمال کی تاویل وہی قبول کی جاسکتی ہے جو ختم نبوت کے ساتھ تطبیق کھاتی ہو۔ اور وہ تاویل بھی ہم نہیں کرتے خود مجدد نے کی ہے کہ یہ استعمال مجاز کے رنگ میں ہے نہ حقیقت کے طور پر۔ اور صرف آپ کی جماعت کا ایک حصہ ہی وہ تاویل قبول نہیں کرتا بلکہ وہ اسقدر صاف ہے کہ دوسرے غیر متعصب اور سمجھدار علماء

بھی اس تاویل کو قبول کرتے ہیں۔

قادیانی جماعت کا نبی ماننا

کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے پیرؤں کی بڑی جماعت یعنی قادیانی جماعت آپ کو مدعی نبوت مانتی ہے اس لئے ضرور آپ نے دعوی نبوت کیا ہوگا۔ تو کیا حضرت مسیح کو خدائی کا مدعی مان لیا جائے گا کیونکہ اُن کے پیرؤں کی بہت بڑی اکثریت اُن کو خدا مانتی ہے؟ قادیانی جماعت کو وہی ٹھوکر لگی جو حضرت مرزا صاحب کے مخالفین کو یعنی نبی کے مجازی استعمال کو حقیقت پر محمول کر لیا۔ وہی ٹھوکر لگی جو مسیح کے پیروؤں کو کہ ابن اللہ کے مجازی استعمال کو حقیقت پر محمول کر لیا۔ یا غلو اپنے پیشواؤں کے حق میں پہلے بھی لوگ کرتے رہے جیسے بعض شیعہ حضرت علیؓ کے حق میں۔ یا بعض مسلمان حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ کے حق میں۔ تو اگر حضرت مرزا صاحبؒ کے پیروؤں نے آپ کے حق میں غلو کیا تو اس سے تو آپ کا مثیل مسیح ہونا ہی ثابت ہوتا۔ پہلے اور اصلی مسیح نبی کو خدا بنا لیا گیا دوسرے مسیح محمدی کو نبی بنا لیا گیا

علماء کا ایک حصہ آپ کے مدعی نبوت ہونے سے انکار کرتا ہے

مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا عبد الباری مرحوم فرنگی محل والے ان دو کا اوپر ذکر ہو چکا ان کے علاوہ میاں غلام فرید سجادہ نشین چاچڑاں ہیں جنہوں نے اس بنا پر فتویٰ تکفیر میں شامل ہونے سے انکار کیا، مولانا شبلی مرحوم نے بھی اسی طرح تکفیر کے فتویٰ سے بیزاری ظاہر کی، شمس العلماء سید احمد امام جامع مسجد دہلی۔ مولانا محمد علی مرحوم، مولانا اسلم جیراجپوری، ابو الفضل مولانا احسان اللہ عباسی ان سب کی مطبوعہ تحریریں موجود ہیں اور بیسیوں اور ایسے علماء اور سجادہ نشین ہیں جو احمدیوں کو کافر نہیں کہتے حتی کہ اول المکفرین مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی جنہوں نے

حضرت مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ تیار کرنے میں سب سے زیادہ محنت کی تھی۔ اپنے فتوے کفر سے رجوع کیا اور ۱۸۹۹ء میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں اس اقرار نامے پر دستخط کئے کہ میں آئندہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر کاذب اور دجال نہیں کہوں گا۔ پھر سیالکوٹ کے منصف کی عدالت میں یہ علفیہ بیان بطور گواہ دیا کہ نہ صرف اُن کے نزدیک بلکہ اُن کے فرقہ یعنی اہلحدیث کے نزدیک احمدی کافر نہیں٭ یہ بیان پیغام صلح ۱۵ فروری ۱۹۱۳ء میں مندرج ہے۔ اور درالمختار میں ہے کہ جب مسلمان کے کفر میں اختلاف ہو یعنی بعض لوگ اسکی تکفیر کرتے ہوں اور بعض نہ کرتے ہوں اس پر بھی کفر کا فتویٰ دینا جائز نہیں لا یفتی بتکفیر مسلم۔۔ کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذلک روایۃ ضعیفۃ۔

اگر ایک وجہ اسلام بھی ہو تو بھی کفر کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا

اس بات پر فقہا کا اتفاق ہے کہ جہاں کئی وجوہ کفر کی ہوں مگر اُن کے ساتھ ایک وجہ اسلام بھی ہو تو وہاں بھی کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے گا

تو کس قدر ظلم ہے کہ اس شخص پر صرف ایک وجہ پر کفر کا فتویٰ دیا جائے جس میں سینکڑوں وجوہ اسلام کی ہوں۔ وہ خدا کی توحید کا قائل ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کا قائل ہے۔ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے۔ قرآن کو منجانب اللہ تسلیم کرتا ہے بلکہ جو شخص اُس کے پاس آتا ہے اُسے اسلام کی تلقین کرتا ہے۔ سینکڑوں آدمیوں کو کفر سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لاتا ہے۔ قرآن کریم کے ایک ایک حرف کو تا قیامت قابل عمل مانتا ہے حدیث کو مانتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے تمام عقائد کا بتصریح قائل ہے۔ اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر وواحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ۔

٭ مولوی ثناء اللہ صاحب بھی احمدیوں کو کافر نہیں کہتے۔

خدائی کے دعویٰ کا الزام

حضرت مرزا صاحب نے اپنا ایک خواب بیان کیا ہے:
رأیتنی فی المنام عین اللہ " آئینہ کمالات اسلام
صفحہ ۵۶۴) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں "عین اللہ" ہوں۔ اس خواب کو خدائی کا دعویٰ قرار دیا گیا ہے:۔ (۱) قرآن کریم میں حضرت یوسف کا خواب مذکور ہے کہ میں نے سورج اور چاند اور ستاروں کو دیکھا۔ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں حالانکہ سورج اور چاند خدا کو سجدہ کرتے ہیں نہ غیر اللہ کو۔ تو کیا اس سے کبھی کسی نے یہ سمجھا کہ حضرت یوسف خدائی کا دعویٰ کر رہے ہیں

(۲) خواب تعبیر طلب ہوتا ہے اور تعطیر الانام میں جو تعبیر رؤیا کی مسلم کتاب ہے لکھا ہے کہ اگر کوئی انسان خواب میں اپنے آپ کو خدا دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اُسے سیدھے رستے کی طرف ہدایت دی جائے گی ومن رای کانہ صار الحق سبحانہ وتعالیٰ اھتدی الی الصراط المستقیم۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی مسلمان یہ خواب بھی دیکھ سکتا ہے کہ وہ خدا ہو گیا اور اس سے خدائی مراد لینا پرلے درجے کی حماقت ہے۔

(۳) حضرت مرزا صاحب نے جہاں اس رویا کا ذکر کیا ہے اس کے ساتھ ہی اس کی تشریح بھی فرمائی ہے واعنی بعین اللہ رجوع الظل الی اصلہ وغیبوبتہ فیہ سائے کا اصل کی طرف رجوع کرنا اور اس میں گم ہو جانا۔ اور لکھا ہے فکنت کشئ لا یری او کقطرۃ رجعت الی البحر فسترہ البحر بردائہ میں اس چیز کی طرح ہو گیا جو نظر نہیں آتی یا اس قطرہ کی طرح جو سمندر کی طرف لوٹ جائے اور سمندر اپنی چادر میں اُس کو چھپا لے۔ یہ وہی مقام ہے جس کو صوفیوں نے فنافی اللہ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

(۴) حدیث میں ہے مازال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی

بیشتی بھا۔ میرا بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرتا ہوں اور اُس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اُس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ تو کیا بروئے حدیث ایسا انسان خدا یا خدائی کا مدعی بن جاتا ہے؟

(۵) اولیاء اللہ کے اقوال میں اس سے بڑھکر الفاظ ہیں اور وہ حالت خواب یا کشف کے بھی نہیں۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں انا الواحد الفرد الکبیر بذاتہ میں ہی وہ واحد اور فرد اور کبیر بذات خود ہوں تو کیا یہ خدائی کا دعوی ہے؟ حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں۔ "من نمی گویم انا الحق یار میگوید بگو" میں انا الحق نہیں کہتا۔ دوست کہتا ہے ایسا کہہ۔ کیا یہ خدائی کا دعویٰ ہے؟ مولانا اسمٰعیل شہید فرماتے ہیں۔ "نفس کامل سے کہ اشرف موجودات ہے او حضرت باریتعالی کا نمونہ ہو انا الحق کی آواز کا آنا محل تعجب نہیں"۔ کیا یہ خدائی کا دعویٰ ہے؟ حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔ "میں اللہ تعالی کا مرید ہوں اور مراد بھی"۔ کیا یہ خدائی کا دعوی ہے؟ یا تو ان سب بزرگوں کو خدائی کے مدعی اور کافر ٹھیراؤ اور یا حضرت مرزا صاحب کو محض ایک خواب کی وجہ سے جسکی تعبیر اسلامی کتب تعبیر میں موجود ہو کافر کہنے سے توبہ کرو۔

ابن اللہ ہونیکے دعوی کا الزام

اسی قبیل سے ابن اللہ ہونیکے دعویٰ کا الزام ہے حضرت مرزا صاحب نے کبھی نہیں کہا کہ میں ابن اللہ ہوں یا مجھے ابن اللہ ہونیکا دعوی ہے۔ ایک ایسے شخص کے متعلق جسکی بدولت ہزارہا آدمی نور اسلام سے منور ہوئے جس نے ہزاروں دلوں میں اسلام کی صداقت کا

یقین بٹھا دیا جس کے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں تبلیغ اسلام کا شوق پیدا ہو گیا اس قسم کے افترا کرنا کہ وہ خدا یا ابن اللہ ہونیکا دعویٰ کرتا ہے حد درجہ کی جسارت ہے۔ یہ ساری افترا کی عمارت صرف اس الہام پر کھڑی کی گئی ہے۔ جس کے لفظ ہیں انت منی بمنزلۃ ولدی۔ اس الہام میں ملہم کو تو بیٹا نہیں کہا گیا کہ اس سے ابن اللہ ہونیکا دعویٰ نکالا جائے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا تھا کہ اس الہام میں خدا کا بیٹا ہونیکا عقیدہ تسلیم کیا گیا ہے لیکن جس شخص کی ساری عمر خدا کے بیٹا ہونے کے عقیدہ کی تردید میں صرف ہوئی ہو اسکی طرف یہ بات منسوب کرنا کہ وہ خدا کا بیٹا ہونیکا قائل ہے انتہا درجہ کی حماقت ہے۔

ولد کا استعمال بطور مجاز

سوال صاف ہے کیا ان الفاظ کے کوئی اچھے معنے ہوسکتے ہیں یا نہ۔ حدیث میں ہے الخلق عیال اللہ تو کیا قرآن وحدیث کی ساری تعلیم کے خلاف یہ مانا جائے گا کہ اس حدیث میں خدا کے بیٹے بیٹیاں مانی گئی ہیں۔ یا ان الفاظ کو مجاز پر محمول کیا جائیگا؟ اور اگر یہ مجاز ہے تو بمنزلۃ ولدی کو کیوں بطور مجاز نہ لیا جائے؟ اسی طرح مولانا روم فرماتے ہیں۔ "اولیاء اطفال حق اند ای پسر" یعنی اولیاء اللہ خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ تو کیا یہ مولانا روم کا ابن اللہ ہونیکا دعویٰ سمجھا جائے گا؟ قرآن شریف میں جہاں نحن ابناء اللہ واحباؤہ آیا ہے مفسرین نے ابناء اللہ کو مجاز قرار دیا ہے المقربون عندہ کقرب الاولاد من والدھم۔ اور تفسیر کبیر میں ہے کہ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خاص شفقت اور محبت کے مقام پر ہیں عبر اللہ تعالیٰ عن دعوٰھم انھم ابناء اللہ۔ پس ابن اللہ، عیال اللہ کا بطور مجاز استعمال خود قرآن وحدیث سے اور اطفال حق کا مجازی استعمال مولانا روم کے کلام سے ثابت ہے۔

ملہم نے خود کیا معنے کئے

حضرت مرزا صاحب نے جہاں جہاں اس الہام کو لکھا اس کی خود بھی یہی تشریح کی ہے تا کہ غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

"خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے اور یہ کلمہ بطور استعارہ کے ہے" (حقیقۃ الوحی ص۸۶)

"یاد رہے خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا اور نہ کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے" (دافع البلاء ص۶)

"خدا میں فانی ہونیوالے اطفال اللہ کہلاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ وہ خدا کے درحقیقت بیٹے ہیں کیونکہ یہ تو کلمہ کفر ہے اور خدا بیٹوں سے پاک ہے بلکہ اس لئے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں کہ وہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ـــ)

توہین انبیاء کا الزام

علماء کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ جس شخص کی تکفیر کرنا مقصود ہو اُس کے معمولی الفاظ کو توڑ مروڑ کر الحاد اور زندقہ کے عقائد بنا لیتے ہیں۔ بات تو بڑی عام فہم ہے کہ ایک مسلمان جو ایک انسان کو خدا کا رسول اور نبی مانتا ہے وہ اس کی توہین نہیں کر سکتا۔ دو باتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں یعنی ایک انسان یہ بھی کہے کہ میں فلاں شخص کو خدا کا رسول مانتا ہوں مقرب بارگاہ الٰہی مانتا ہوں اصلاح خلق کیلئے اس کا مامور ہونا مانتا ہوں اور اس شخص کو گالی بھی دے یا بُرا کہے۔

تفاسیر میں جو اسرائیلی قصوں کی بنا پر بعض توہین آمیز یا ناپاک الزامات کا بعض انبیاء کی نسبت اعادہ کر دیا گیا ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف شرک کی نسبت حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف زنا کی نسبت وغیرہ۔ سنی علماء سے اگر یہ دریافت کیا جائے کہ

کیا یہ توہین انبیاء ہے یا نہیں تو کہیں گے نہیں۔ اور غالباً بہت علماء ہیں جو ان باتوں کو ابتک بھی مانتے ہیں۔ تعجب ہے کہ انبیاء کی نسبت ایسی ناپاک باتوں کی نسبت تو ان کی توہین نہیں لیکن جس شخص نے انبیاء کے دامن کو ان الزامات سے پاک ثابت کیا اور عصمت انبیاء کے مسئلے میں عیسائیوں پر اتمام حجت کیا اسے انبیاء کی توہین کرنے والا قرار دیا جاتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس میں انبیاء کی توہین کی گئی ہو۔

یہی الزام اوروں پر بھی لگایا گیا

بزم احناف کی طرف سے ابھی ایک رسالہ شائع ہوا ہوا ہے۔ "دیوبندیت اور مرزائیت کا موازنہ" جس کے ٹائٹل پیج پر ہے "دیوبندی وہابی اور مرزائی حقیقی بھائی ہیں" اور اس کے آخری صفحہ پر ہے "امت دیوبندیہ کے حکیم۔ بناکامہ بھی پڑھو نے لگ گئے ہیں جو مرزا کے فرشتوں کو بھی نہ سوجھا تھا۔ اس رسالہ میں "دیوبندی وہابیوں کے عقائد" کے عنوان کے نیچے ذیل کے عقائد ان کی طرف منسوب کئے ہیں۔

(۱) توہین باری تعالیٰ (۲) ختم نبوت کا انکار (۳) مساوات کا مسئلہ یعنی انبیاء علیہم السلام اور امتی بسا اوقات اعمال میں مساوی ہو جاتے ہیں اور کبھی امتی بڑھ بھی جاتے ہیں۔ (۴) توہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عبارتیں جن سے یہ نتائج نکالے ہیں ساتھ نقل کی ہیں۔ مولانا اسمٰعیل شہید پر یہ الزام لگایا گیا کہ آپ نے رسول اللہ صلعم کی توہین کی ہے۔ اور یہ الزام ان الفاظ کی بنا پر ہے۔ "ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے" (تقویۃ الایمان ص۱۴)

حضرت مجدد الف ثانی کو اس الزام کی بنا پر قید کیا گیا کہ یہ صحابہ اور آنحضرت

کی توہین کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے لکھا تھا کہ میں مقام فاروقیت اور صدیقیت سے بھی آگے گذر گیا تو یہ الزامات کوئی نئی بات نہیں بلکہ علماء کی ذہنیت کا تقاضا ہیں اور ان کا سب سے محبوب شغل یہی ہے۔

حضرت مسیح کو گالیاں دینے کا الزام

حضرت مسیح کو حضرت مرزا صاحب نہ صرف خدا کا رسول مانتے تھے بلکہ اُن کے دعویٰ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ حضرت مسیح سے آپ کو خاص مماثلت حاصل ہے۔ تو کیا اس نبی کو گالیوں کے لئے چنتے جس کے آپ مثیل بنتے تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں:۔

"سو میں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہمنام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا (کشتی نوح ص۱۶)"

اصل بات صرف اسقدر ہے کہ جب انیسویں صدی کے آخری حصہ میں پادریوں نے رسول اللہ صلعم پر بہت ہی ناپاک حملے کئے اور اُن کا یہ دن رات کا مشغلہ ہوگیا کہ آنحضرت صلعم اور آپکے صحابہ کو نہایت ہی ناپاک ناموں سے یاد کیا جائے تو حضرت مرزا صاحب نے غیرت اسلامی سے کام لیکر ان کو صرف یہ بتایا کہ جس یسوع مسیح کو تم خدا سمجھتے ہو اُس کے حالات جو تمہاری اناجیل میں لکھے ہیں وہ کیا ہیں اور یہ صرف الزامی جواب تھا جس کی ضرورت ایک دریدہ دہن قوم کو خاموش کرنے کے لئے پیش آئی۔ افسوس ہے کہ آج علماء کے اندر صرف یہ غیرت ہی مفقود نہیں کہ رسول اللہ صلعم پر سب و شتم کو سُن کر جواب کے لئے اُٹھیں بلکہ ایسا جواب دینے والے پر افترا کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ حضرت مرزا صاحب کے ان الزامی جوابات کا ہی اثر تھا کہ بالآخر عیسائیوں کو اپنا ناپاک طریق بدلنا پڑا لیکن بجائے اس کے کہ مسلمان اس شخص کے شکرگذار ہوتے

جس نے ایک دریدہ دہن قوم کا منہ توڑا تھا الٹا اُسی کو بُرا کہنا شروع کیا۔

قرآنی مسیح اور انجیلی یسوع

حضرت مرزا صاحب نے ان مضامین کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے ذیل کی تمہید لکھی جو ان معترضین کے سامنے بارہا پیش کی جا چکی ہے مگر جس کا ذکر یہ لوگ کبھی نہیں کریں گے۔ اور بطور افترا یہی کہتے جائیں گے کہ حضرت مسیح کو گالیاں دی گئی ہیں۔

"ہم اس بات کو افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ یہ نمبر نور القرآن ایک ایسے شخص کے مقابل پر جاری ہوا ہے کہ جس نے بجائے مہذبانہ کلام کے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلعم کی نسبت گالیوں سے کام لیا ہے اور اپنی ذاتی خباثت سے امام الطیبین اور سید المطہرین پر سراسر افترا سے ایسی تہمتیں لگائی ہیں کہ ایک پاک دل انسان کا اُن کے سننے سے بدن کانپ جاتا ہے۔ لہذا محض ایسے یاوہ گو لوگوں کے علاج کے لئے جواب ترکی بہ ترکی دینا پڑا۔

ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے ...لیکن عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بجز اپنے نفس کے تمام اوّلین آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا ..ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں۔ قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بدزبان یسوع کی خبر نہیں دی .....سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ بن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن

شریف میں ہے وہ ہمارے واشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں۔ اور یہ طریق ہم نے برابر چالیس برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سن کر اختیار کیا ہے"۔ (نور القرآن ٹائٹل پیج)

اس قسم کی عبارات ایک دو جگہ نہیں متعدد تحریرات میں موجود ہیں۔ جیسے آریہ دھرم انجام آتھم وغیرہ۔ تو اس قدر صفائی کے بعد علماء کا یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں ایک ناپاک افترا ہے۔

دیگر غیور علماء نے بھی یہی طریق اختیار کیا

حضرت مرزا صاحب سے پیشتر یہی طریق مولانا رحمت اللہ مرحوم کو پادریوں کی دریدہ دہنی کے بالمقابل اختیار کرنا پڑا۔ چنانچہ اپنی کتاب ازالہ اوہام کے دیباچہ میں مولانا مرحوم لکھتے ہیں جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

"چونکہ پادری صاحبان جناب خیر البشر رسول کریم صلعم اور قرآن کریم اور حدیث نبوی کے متعلق بے ادبی کے کلمات زبان پر لاتے اور تحریر کرتے ہیں . پس ناچار ہم نے اُن کے جواب میں اسی رنگ میں الزامی جواب نقل کئے ہیں . . اور معاذ اللہ کسی نبی کی ہجو یا مذمت کرنا میرے اعتقاد میں داخل نہیں"۔ اور آگے چل کر لکھتے ہیں:-

"اُن آیات سے ظاہر ہے کہ جناب یسوع کے منکرانہیں کھاؤ اور بادہ پرست سمجھتے تھے۔ اور وہ عورت اُن کے پاؤں کو چومتی اور عطر ملتی تھی اور آپ نے انہی افعال کی بنا پر اس فاحشہ عورت کے گناہوں کو بخش دیا اور بہت سی عورتیں آپ کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں پس منکر کہتے تھے کہ چونکہ آپ

خوبصورت جوان تھے اس لئے عورتیں آپ پر عاشق ہو کر ساتھ ہو جاتیں اور اپنے مال سے خدمت کرتی تھیں اور بعض کے متعلق تو آپ کا عشق و محبت متحقق تھا اور شرابنوشی کی وجہ سے ..... اور نکاح کی حاجت نہ رکھتے تھے"

یہی طریق مولوی رحمت اللہ صاحب نے اظہار الحق میں اختیار کیا ہے اور اسی طرح کے الزامی جواب سید آل حسن صاحب نے دیئے ہیں تو یہ ان کی غیرت اسلامی کا تقاضا تھا ورنہ ہرگز توہین انبیاء کا مقصد نہ تھا۔

ابھی دو سال کا ذکر ہے جب ایک اشتہار اکرم الحق نے شائع کیا جس میں حضرت مسیح کو آنحضرت صلعم پر فضیلت دی گئی تھی تو خود الجمعیۃ نے اس اصول کو تسلیم کیا کہ انجیلی مسیح اور قرآنی مسیح ایک نہیں۔

"جس شخص کو عیسائی صاحبان غلطی سے مسیح سمجھتے ہیں وہ قرآن حکیم کے رو سے دشمن مسیح تھا جس کی اسلام اور قرآن سے کوئی تعلق نہیں اور نہ کسی مسلمان کا اس پر ایمان ہے"

قرآن حکیم کے رو سے مسیح اور مسیح منسوب میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

جیسے مسیح اور مسیح الدجال میں"۔ (الجمعیۃ ۲۰ نومبر ۱۹۳۲ء)

حضرت مجدد کی تحریروں میں تحریف کرنے میں اور پبلک کو دھوکہ دینے میں مخالفین نے شرم و حیا کے تمام قوانین کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ مثلاً ذیل کے الفاظ کو لیجئے جو آپ کی طرف اخبار زمیندار نے منسوب کئے ہیں:۔

"ایسے ناپاک خیال متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اسے نبی قرار دیں"۔

اب اصل الفاظ کو لیجئے:۔

"دفتم مسیح نے اپنے خط میں ۔۔۔۔ آنحضرت صلعم کو زانی کہا ہے اور اس کے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں ۔۔ ہمیں اس بات کیلئے مجبور کر دیا ہے کہ ہم بھی اُن کے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں۔ و مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور بٹمار رکھا اور آنیوالے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اُسے نبی قرار دیں۔"

ایسا ہی آپ نے بائیبل کا حوالہ دیکر لکھا ہے کہ فلاں فلاں عورتیں جو انجیلی یسوع کے شجرہ نسب میں اُن کی دادیاں یا نانیاں ہوتی ہیں بقول بائیبل وہ زناکار تھیں۔ اگر بائیبل میں واقعی یہ ہے تو یہ صرف بائیبل پر اعتراض ہے نہ کہ حضرت مسیح پر۔ اگر کوئی شخص کہے کہ بائیبل میں حضرت داؤد کو زانی لکھا ہے تو یہ حضرت داؤد پر اعتراض نہیں بائیبل پر ہے یا حضرت ہارون کو مشرک لکھا ہے تو یہ حضرت ہارون پر اعتراض نہیں بائیبل پر ہے۔

حضرت مریم کی عفت پر حملہ کا الزام

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت مریم پر بدکاری یا زنا کا الزام لگایا ہے چنانچہ اس مضمون کی ایک چٹھی شاہ جارج اور تمام مسیحی دنیا کے نام اخبار زمیندار مؤرخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۲ء میں انگریزی اور اُردو میں مولوی ظفر علی خاں

کے قلم سے چھپی ہے جس میں یہ الفاظ لکھے ہیں :۔

"قرآن مجید کی صاف و صریح تعلیم کے خلاف مریم صدیقہ پر زنا کا کھلا الزام لگانے کے بعد مرزائے قادیان مسیح علیہ السلام کی مقدس ذات پر جنہیں وہ ولد الزنا قرار دینے سے کبھی نہیں چوکتا ذیل کا اہانت انگیز حملہ کرتا ہے"

حاشا وکلا حضرت مرزا صاحب نے نہ کبھی حضرت مریم پر زنا کا الزام دیا اور نہ کبھی حضرت عیسیٰ کو ولد الزنا کہا۔ اور جو شخص قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہوا حضرت مریم کو صدیقہ اور ان پر زنا کے الزام کو بہتانِ عظیم مانتا ہے وہ کس طرح پر ایسا الزام دے سکتا ہے۔ ہاں آپ نے صرف عیسائیوں کو انکے بعض بیہودہ اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے یہ لفظ لکھے ہیں

"اور نہیں دیکھتے کہ انجیل کس قدر اعتراضات کا نشانہ ہے۔ دیکھو یہ کسقدر اعتراض ہے کہ مریم کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا تھا کہ وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادم ہو اور تمام عمر خاوند نہ کرے لیکن جب چھ سات مہینے کا حمل نمایاں ہو گیا تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسف نام ایک نجار سے نکاح کر دیا"

اس عبارت میں یہ کہاں ہے کہ نعوذ باللہ من ذلک یہ ناجائز حمل تھا بلکہ اُس کے آگے صاف لفظ لکھے ہیں :۔

"ہم قرآن شریف کی تعلیم کی رو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حمل محض خدا کی قدرت سے تھا"

کیا ان الفاظ میں حضرت مریم پر نعوذ باللہ زنا کا الزام ہے یا یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت مریم کے ذریعے سے خدا نے اپنی قدرت کو ظاہر کیا۔

جہاد کی منسوخی

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے احکام جہاد کو منسوخ کر دیا ہے اور یہ ایک ایسا الزام ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس سے متاثر نظر آتا ہے۔ جہاد کے احکام سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ اور جو شخص قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے وہ جہاد کو منسوخ نہیں کہہ سکتا سوائے اس کے کہ قرآن کریم کی ان تمام آیات کو جن میں جہاد کا حکم ہے منسوخ قرار دے۔ مگر حضرت مرزا صاحب صاف طور پر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے احکام میں تا قیامت نہ کوئی کمی ہو سکتی ہے نہ بیشی۔

"وللہ مکالمات و مخاطبات است با اولیائے خود درین اُمت و ایشاں را رنگ انبیاء دادہ میشود و در حقیقت انبیا نیستند زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است و دادہ نمی شوند مگر فہم قرآن نہ زیادہ می کنند و نہ کم می کنند از قرآن و ہر کہ زیادہ کرد یا کم کرد پس او از شیطانان است کہ بدکارانند (مواہب صفحہ ۶۶-۶۷)

یعنی اللہ تعالیٰ اس اُمت میں اولیاء کے ساتھ کلام کرتا ہے اور اُن کو نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے لیکن وہ درحقیقت نبی نہیں اسلئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال کو پہنچا دیا اور انہیں فہم قرآن کے سوائے اور کچھ نہیں دیا جاتا اور وہ قرآن پر نہ کچھ زیادہ کرتے ہیں نہ اس سے کم کرتے ہیں اور جو کوئی زیادہ کرے یا کم کرے وہ بدکار شیطانوں میں سے ہے۔

ظاہر ہے کہ اس عقیدہ کا ظاہر کرنے والا قرآن کے ایک شوشہ کو بھی منسوخ نہیں مان سکتا۔ چہ جائیکہ قرآن شریف کے اتنے بڑے حصہ کو منسوخ قرار دے جس میں جہاد کے احکام ہیں۔

* حقیقت یہ ہے کہ مسلمان بعض آیات قرآنی کو ایک دوسرے سے منسوخ قرار دیتے تھے۔ احمدیت نے اس کو غلط ثابت کیا ہے اور ہمارے عقیدہ کے مطابق قرآن کریم کا ایک حرف [illegible]

بات صرف اس قدر ہے کہ جہاد کے متعلق بعض غلط خیالات مسلمانوں میں مروّج
تھے مثلاً یہ کہ تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان کرنا جائز ہے آپ نے اُن کو صاف کیا ہے اور
یہ لکھا ہے کہ تلوار کے زور سے اسلام کو پھیلانا ناجائز ہے چنانچہ آپ نے اپنی کتاب
"[illegible]" میں یہ لکھا ہے :-

"یاد رہے کہ مسئلہ جہاد کو جس طرح پر حال کے اسلامی علماء نے جو مولوی کہلاتے
ہیں سمجھ رکھا ہے ... صحیح نہیں ... یہ لوگ اپنے اس عقیدہ جہاد پر جو
سراسر غلط اور قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے اس قدر جمے ہوئے ہیں کہ جو
شخص اس عقیدہ کو نہ مانتا ہو اور اس کے برخلاف ہو اس کا نام دجال رکھتے
ہیں" (رسالہ جہاد صفحہ ۵ و ۶)

"یہ خیال اُن کا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ جب پہلے زمانہ میں جہاد روا رکھا گیا ہے
تو پھر کیا وجہ کہ اب حرام ہو جائے اس کے ہمارے پاس دو جواب ہیں ایک
یہ کہ یہ قیاس مع الفارق ہے اور ہمارے نبی کریم صلعم نے ہرگز کسی پر تلوار نہیں
اُٹھائی بجز اُن قوموں کے جنھوں نے پہلے تلوار اُٹھائی ... دوسرے یہ کہ اگر فرض
بھی کرلیں کہ اسلام میں ایسا ہی جہاد تھا جیسا کہ ان مولویوں کا خیال ہے تاہم اس
زمانہ میں وہ حکم قائم نہیں رہا کیونکہ لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو جائے گا تو
سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائیگا" (رسالہ جہاد صفحہ ۶)

ظاہر ہے کہ یہاں آپ نے ایک تو یہ ظاہر کیا ہے کہ جہاد کے متعلق وہ خیال جو مولویوں
میں مروّج ہے قرآن اور حدیث کے خلاف ہے لیکن بفرض محال اس کو صحیح مان کر دوسرا
الزامی جواب یوں دیا ہے کہ مولوی صاحبان جو اس بات کے قائل ہیں کہ تلوار کے زور سے

کسی کو مسلمان کرنا جائز ہے اس بات کے بھی قائل ہیں کہ جب مسیح موعود آئیگا تو وہ جنگ کو موقوف کریگا (یضع الحرب بخاری کی حدیث میں ہے) دوسرے جواب کی بنیاد علماء کا خیال ہے نہ حضرت مرزا صاحب کا اپنا۔ اپنا خیال تو بار بار یہی ظاہر کیا ہے کہ جہاد صرف مدافعت کا نام ہے لیکن جو لوگ کسی شخص کو محض اسلئے قتل کرنا یا کسی قوم کے ساتھ محض اس بنا پر جنگ کرنا کہ وہ کافر ہے جائز سمجھتے ہیں اُن کے اپنے مسلمات پر یہ جواب دیا ہے کہ مسیح کے وقت میں تو بہرحال تم بھی یضع الحرب کے قائل ہو تو یہ صرف الزامی جواب ہے حقیقی جواب یہ ہے کہ جہاد کی وہ غلط خیال جو مسلمانوں میں مروج ہوگا وہ دور کر دیا جائیگا اور قرآن و حدیث کی تعلیم کے رو سے جہاد کی اصل حقیقت ظاہر کر دی جائیگی اور چونکہ اس وقت وہ حالات موجود نہ ہونگے جو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے اور کوئی قوم تلوار کے ساتھ اسلام کو نیست و نابود کرنیوالی نہ ہوگی اسلئے مسیح موعود کو بھی جنگ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئیگی۔ جیسا کہ آپ نے دوسری جگہ صاف طور پر یہ لکھا بھی ہے۔ لاشک ان وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن وھذہ البلاد (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۰)
یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاد کی شرائط اس زمانہ میں اور ان شہروں میں نہیں پائی جاتیں۔ یہ الفاظ وہی شخص لکھ سکتا ہے جو اس بات کا قائل ہو کہ جہاد کا حکم موجود ہے۔
لیکن جہاد کو جن شرائط کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے اور وہ شرائط ہیں قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم جو لوگ تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں ان کے ساتھ جنگ کرو وہ شرائط مفقود ہیں اس لئے جہاد بالسیف کی اس وقت ضرورت نہیں۔ پس آپ نے جو چیز ظاہر کیا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ جہاد بالسیف کا حکم صرف ان لوگوں کے متعلق تھا جو پہلے مسلمانوں پر تلوار اٹھائیں۔

علماء پر سختی

مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے بعض وقت علماء کے متعلق سخت الفاظ استعمال کئے مگر کب اور کن کے متعلق؟ یہ دو سوال غور طلب ہیں۔ اوّل آپ نے ابتداء کے طور پر علماء کو بُرا نہیں کہا اور نہ کسی کے متعلق سخت الفاظ استعمال کئے۔ اوّل خود ان لوگوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور ہر قسم کے ناپاک الفاظ آپ کے متعلق استعمال کئے اور یہاں تک فتوے دیئے کہ ان کی عورتوں کے نکاح ٹوٹ گئے جو شخص چاہے اُن سے نکاح کرے اور ان کے مالوں کا لے لینا جائز ہے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ ہونے دیا جائے۔ یہی نہیں بلکہ بدترین گالیاں جو ایک ذلیل سے ذلیل انسان کو دی جاتی ہیں وہ رسالوں اور اخباروں میں لکھیں اور شائع کیں۔ اُن میں سے میں ذیل میں صرف چند عبارتیں رسالہ اشاعة السنة ۱۸۹۳ء سے نقل کرتا ہوں۔ "اسلام کا چھپا دشمن، مسیلمہ ثانی، دجال زمانی" (ص۲) "اٹکل باز، بھنگڑ، بھکڑ، اڑ پوپو" (ص۳) "حماقت و سفاہت شیطانی" (ص۴) "دجال، مکار، غدار، جھوٹا فریبی" "اس ملعون پر لعنتیں بھیجی جاتی ہیں" (ص۶) "ہمیں قدرت و اختیار دیجئے کہ ہم آپ کے چہرہ مبارک کو کالا کریں اور گلے اقدس میں رسی ڈالیں اور پھر جوتیوں کی مالا سے آراستہ کر کے ہندوستان کے شہروں کی سیر کرائیں" (ص۸) "قادیانی کے برابر دنیا میں کوئی بے غیرت و بے حیا نہیں" (ص۹) "اپنی زبان سے شیطان، بدکار لعنتی بن گیا" (ص۱۴) "دجال، کذاب، ملعون، ملحد دائرہ اسلام سے خارج" (ص۱۵) "اعور الدجال" (ص۱۷) "بیوفا غدار مرزا" "پرفتنہ و مکار مرزا" "سراپا جھوٹ کا انبار مرزا" "پڑے گی ہر طرف سے تجھ پر لعنت" (ص۱۷، ۱۸) "دجال مردود کذاب بے ایمان" (ص۱۸) "کذاب، ظلام، افاک، مفتری علی اللہ" (ص۳۲) "دہریہ" (ص۴۲) "پکا کاذب ملعون کافر فریبی حیلہ ساز" (ص۴۲) "جہان کے احمقوں سے زیادہ احمق" (ص۴۹) "پرلے سرے کا بیشرم۔ دجال موعود کا باوا، بے عقل نافہم" (ص۶۱) "زندیق" (ص۶۵) "بازاری"

شہدوں اور چوہڑوں بلکہ بہائم اور وحشیوں کی سیرت اختیار کر کے۔" قادیانی کے مرشد حضرت ابلیس علیہ اللعنۃ ۔" ہلاکو خاں چنگیز خاں کافر ترکوں کے جنے تیرے اس جواب سے معلوم ہو گیا کہ تو بیشک حلال زادہ ہے۔ اگر تو حلال زادہ ہے تو یہ بتا" (ص ۱۲۹ ام)

حضرت مرزا صاحب نے مولویوں کے انہی الفاظ کو ان پر دوہرایا ہے اور کوئی سخت لفظ ایسا نہیں جو آپ نے بطور ابتداء علماء کو کہا ہو ہاں جو لفظ انہوں نے کہے وہ ان پر لوٹائے اور قرآن کریم صراحت سے فرماتا ہے فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم جو شخص تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی اُس نے کی ہے ویسی ہی تم اُس پر کر لو۔ اور اسی پر عمل کرتے ہوئے حضرت مرزا صاحب نے مخالفین کے اپنے الفاظ کو ان پر لوٹایا۔ دوسرے کے متعلق بُری یا سخت بات کا کہنا ظلم اس حال میں ہے جب پہل کی جائے لیکن جب ایک مظلوم ظالم سے بدلہ لے تو خدا کے نزدیک وہ بُری بات نہیں۔ یہی اصول اور جگہ بھی بیان فرمایا ہے۔ مثلاً لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم۔ اللہ بری بات کی تشہیر کو پسند نہیں کرتا سوائے اس کے کہ کوئی شخص مظلوم ہو۔ وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہٖ۔ اور اگر تم سزا دو تو اُس کی مثل سزا دو جو تمہیں تکلیف دی گئی ہو۔

دوم۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا حضرت مرزا صاحب نے جو بعض جگہ سخت الفاظ استعمال کئے ہیں تو وہ انہی ظالم بدگو علماء کے متعلق ہیں یا ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے آپ کے حق میں اپنی زبان نہیں کھولی۔ اس پر فیصلہ کن تحریر تو حضرت مرزا صاحب کی ہے۔ یہ صرف نمونہ کے طور پر ایک دو جگہ سے میں نے حوالے دیئے ہیں۔

"مخالف تین قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جو بعض حسد میں جلے مجئے ہیں اور عناد اور تعصب سے مخالفت پر آمادہ ہیں انکی تعداد تو بہت ہی کم ہے دوسرے وہ جو اس

طرف رجوع کرتے ہیں انکی تعداد ترقی پر ہے۔ تیسرے وہ جو خاموش ہیں نہ ادھر ہیں نہ اُدھر ان کی تعداد کثیر ہے وہ ملاؤں کے زیر اثر نہیں ہیں اور نہ اُن کے ساتھ مل کر سب و شتم کرتے ہیں پس اسلئے وہ ہماری مدد میں ہیں" (الحکم ۷ فروری ۱۹۰۴ء)

ایسا ہی علماء کے متعلق ایک اور جگہ لکھا ہے:۔

"آخری زمانہ کے وہ علماء جنکو آنحضرت صلعم نے یہود اس اُمت کے قرار دیا ہے وہ بالخصوص اس قسم کے مولوی ہیں جو مسیح موعود کے مخالف اور جانی دشمن اور اسکی تباہی کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور اسکو کافر و بے ایمان اور دجال کہتے ہیں۔ لیکن جو علماء اس قسم کے نہیں اُن کو ہم اس اُمت کے یہودی نہیں کہہ سکتے"۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۱)

علماء کی تکفیر اور ایذا رسانی کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا لیس کلامنا هذا فی اخیارهم بل فی اشرارهم یہ ہماری کلام اُن میں سے نیک لوگوں کے حق میں نہیں بلکہ اشرار کے حق میں ہے (الہدی صفحہ ۲۸)

سوم - ایک اور امر بھی قابل غور ہے کہ احادیث میں جو آخری زمانہ کے علماء کے متعلق صریح الفاظ ہیں۔ شر من تحت ادیم السماء یعنی بدترین مخلوق جو آسمان کے نیچے ہوگی من عندهم تخرج الفتنة وفیهم تعود۔ انہی سے فتنہ نکلیگا اور انہی میں لوٹ جائیگا (بیہقی شعب الایمان)

لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر اوذراعا بذراع حتی لو دخلوا جحر ضب تبعتموهم قلنا یا رسول الله الیهود والنصاری قال فمن (بخاری)، تم پہلے لوگوں کے ٹھیک نقش قدم پر چلوگے یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار کے سوراخ میں گھسے ہیں تو تم انکی پیروی کرو گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلینگے؟ فرمایا اور کون؟ اور ایک حدیث میں ایسے علماء کے متعلق بہت ہی سخت الفاظ استعمال ہوئے ہیں تکون فی امتی فزعة فیصیر

الناس الی علمائھم فاذا ھم قردۃ وخنازیر" ایک گھبراہٹ ہوگی اور لوگ اپنے علماء کی طرف جائیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ وہ بندر اور سؤر ہیں (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۰ ۲۰۱۳)

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں "انما اخاف علی امتی الائمۃ المضلین" (ابوداؤد ترمذی) مجھے اپنی امت کیلئے گمراہ کرنیوالے اماموں کا خوف ہے۔ ان احادیث میں علماء کا جو ذکر ہے یہ الگ سوال ہے کہ وہ کون سے علماء ہیں لیکن اگر فی الواقع یہ وہی زمانہ ہے جس کا ذکر ان احادیث میں ہے اور حضرت مرزا صاحب اسکو وہی زمانہ سمجھتے ہیں کیونکہ وہ خود مسیح موعود ہونیکے مدعی ہیں تو پھر یقیناً موجودہ زمانے کے علماء کا نقشہ یہی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ احادیث کا یہ نقشہ موجودہ زمانہ کے علماء پر صادق آتا ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب کشف اللثام میں لکھا ہے کہ علماء کی اس حالت کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے پھر اگر حضرت مرزا صاحب کہتے ہیں تو غلط کیا کہتے ہیں۔ آج تو زبان خلق بھی یہی کہتی ہے کہ یہ علماء ہی اسلام کی کشتی کو ڈبونے کا موجب ہو رہے ہیں۔

مجدد وقت کے کام کی عظمت

کسی شخص کو محض اعتراض ہی نہ کرنا چاہیئے۔ یہ تو ایک منفی سلسلہ ہے۔ بلکہ دیکھنا ہمیشہ یہ چاہیئے کہ اس شخص نے مفید کام کس قدر کیا ہے۔ اس وقت تک علمائے اسلام آمین و رفع یدین اور دیگر چھوٹے چھوٹے باہمی جھگڑوں میں مصروف تھے۔ ایک شخص اٹھتا ہے اور ان چھوٹے چھوٹے جھگڑوں سے بہت بلند ہو کر قوم کو ایک نہایت ہی بلند مقصد کی طرف دعوت دیتا ہے یعنی اسلام کا پیغام دنیا کی تمام قوموں کو پہنچانا اور بالخصوص ان اقوام کی طرف توجہ کرنا جو اب تک اسلام کے پیغام سے محروم رہی تھیں اور جو خود اسلام کو مٹانے کے درپے تھیں یعنی

اقوام یورپ جس کے دل میں اسقدر قوت ہے کہ وہ اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ وہ اس یورپ کو بھی اسلام کیلئے فتح کر سکتا ہے جہاں اب تک اسلام کا پیغام نہیں پہنچا اور جو اسلام کا سب سے زبردست مخالف ہے اور جس کے قبضہ میں ہر قسم کی مادی طاقتیں ہیں۔ اور پھر یہ اس کا خیال ہی خیال نہیں رہتا بلکہ اس کام کی بنیاد رکھ کر اس خیال کو عمل میں بھی لے آتا ہے اس کے کام کی عظمت سے آنکھیں بند کرنا اور نکتہ چینی پر لگ جانا کسی عقلمند کا کام نہیں ہو سکتا

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا یورپ میں کام

آج احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اسی روح سے سرشار ہو کر اپنی پوری قوت کے ساتھ اس مقصد کو لئے ہوئے میدان عمل میں مصروف کار ہے۔ اسے لاہور میں قائم ہوئے آج بیس سال کا عرصہ ہوا لیکن اس تھوڑے سے عرصہ میں یورپ کے تین مختلف ممالک میں تین اسلامی مشن قائم ہو چکے ہیں۔ تین یوروپین زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ سیرت نبوی اور دیگر اسلامی لٹریچر کے سات یوروپین زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ وسط یورپ میں ایک عظیم الشان مسجد بن چکی ہے۔ لاکھوں صفحات کے ٹریکٹ نکل چکے ہیں۔ تین یوروپین زبانوں میں مذہبی رسالے جاری ہو چکے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے مضبوطی سے قدم آگے بڑھ رہا ہے۔ اور یہ باوجود اس حوصلہ شکن سلوک کے جو مسلمان بھائیوں کی طرف سے ہو رہا ہے کئی روزنامے صرف اسی کام کیلئے وقف ہیں کہ اس جماعت کو تباہ کیا جائے اور اس کام کو برباد کیا جائے۔ لیکن یہ محض خدا کا فضل ہے کہ جس قدر زیادہ مخالفت ہے اسی قدر زیادہ اس کام کی ترقی ہے۔ بربادی کے منصوبے کرنیوالوں سے تو صرف مجھے اسی قدر کہنا ہے کہ پہلے تعمیر اسلام کا کم سے کم اتنا کام تیار کر لو اور پھر اس کو برباد کرنے کی فکر کرو۔ اور تمام اسلامی بھائیوں سے التماس ہے کہ اس جماعت میں شمولیت کی غرض صرف اس کام کی

تقویت ہے۔ یورپ میں اسلام کا پھیلانا ایک نہایت ہی بلند مقصد ہے۔ جو کچھ اس وقت تک کیا گیا ہے وہ اس کام کے سامنے جو ہونیوالا ہے کچھ حقیقت نہیں رکھتا لیکن ایک بنیاد پڑ گئی ہے۔ کام شروع ہو چکا ہے وقت ہے کہ تمام مسلمان بھائی اس میں شامل ہو کر اس کام کی قوت کا موجب بنیں۔ ہم بھی انہی کی طرح مسلمان ہیں۔ اہل سنت والجماعت ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت کے عقائد رکھتے ہیں اسکے خلاف جو کچھ کہا جاتا ہے وہ غلط ہے

احمدیہ جماعت کے کام کے متعلق یورپ کی رائے

ہمارے عقائد آخری صفحہ پر مذکور ہیں ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ یہ وہی عقائد ہیں جو مسلّمہ طور پر اہل سنت والجماعت کے عقائد ہیں۔ باقی رہا ہمارا کام۔ سو آج یورپ کو اس بات کا اعتراف ہے کہ احمدی جماعت اشاعت اسلام کا بہترین کام کر رہی ہے اور یہ بات وہ خود اس کے لئے بھی محسوس کرتے ہیں کہ احمدیت ہی عیسائیت کے خلاف جارحانہ کارروائی کر رہی ہے

۱۔ احمدیہ جماعت مسلمانوں کی واحد اور سب سے بڑی جماعت ہے جسکے سامنے خالص تبلیغی کام ہے

"تحریک احمدیت حقیقتاً ایک اشاعت اسلام کی سوسائٹی بن گئی ہے۔ گرچہ پرانے خیال کے علماء ابتک اُسے شک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں (از عہد اسلام ص ۲۵۳)

"مسلمانوں میں فرقہ داری کی ترنج جو عام طور پر سرایت کر گئی ہے اس میں ایک دلچسپ استثناء احمدی ہیں وہ صرف مذہبی اشاعت پر سارا زور صرف کرتے ہیں اور سیاسیات سے الگ رہتے ہیں۔ اس بارے میں موجودہ اسلام میں یہ ایک قابل ذکر گروہ ہے جس کے مقاصد محض تبلیغی ہیں اُن کی توجہ زیادہ تر اس بات کی اشاعت میں مرکوز ہے کہ اسلام ہی صرف ایک مذہب ہے جو عقل اور فطرت کے مطابق ہے یورپ میں عیسائیت کی نازک

حالت سے انہیں بہت سا ایسا سامان مل جاتا ہے جس سے وہ اس مذہب کی عیب جوئی کرتے اور اسلام کی بہت تعریف کرتے ہیں" (مسلم ورلڈ جلد ۱۲ صفحہ ... پادری زویمر)

"اس کو اس کے ماحول سے الگ کر کے دیکھا جائے تو یہ تحریک نہ صرف ایک زیادہ وسیع تخیل اسلام کے رنگ میں نظر آتی ہے بلکہ مسیحیت کے ساتھ اس میں اشتراک کی روح بھی دکھائی دیتی ہے" (اسلام اینڈ دی کراس صفحہ ۱۰۱ زویمر)

"احمدیہ فرقہ کی تاریخ اس سے بالکل مختلف ہے جو سب کے بعد پیدا ہوا اور جو ایک حد تک عیسائی پادریوں کی کارروائیوں کا ردعمل ہے ... اسلام کے صرف ایک ہی فرقہ ہونے کے لحاظ سے جس نے اسلام کو انگلستان میں پھیلانے کی کوشش کی ہے یہ نہایت ہی دلچسپ ہے" (ایضاً صفحہ ۹۹-۱۰۰)

"اس وقت احمدی جماعت دنیا بھر میں سب سے زیادہ اشاعت اسلام کرنے والی قوم ہے" (ماڈرن اسلام صفحہ ۲۱۷)

"احمدیت اس بات کا فیصلہ کر چکی ہے کہ پیغمبر کے کیریکٹر کو ہر ایک الزام سے پاک ثابت کرے" (انفلوئنس آف اسلام صفحہ ۱۰۹ و ۱۱۰)

۲۔ احمدیت عیسائیت کے مقابلہ پر کھڑی ہے اور عیسائیت کے خلاف جارحانہ کارروائی کر رہی ہے اس کے پیرو تحریر اور تقریر کے ذریعہ سے عیسائی عقائد کے مقابلہ سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوتے" (رہبر اسلام صفحہ ۱۹۶)

"یہاں سے شاید مشرقی لوگوں میں ایک نئی طاقت پیدا ہو سکتی ہے جو اسلام کے موجودہ تنزل کو روک دے بلکہ اس کو ترقی کی صورت میں تبدیل کر دے اگر وہ اب اسی راستہ پر چلتے رہے جس پر وہ اس وقت چل رہے ہیں" (رہبر اسلام صفحہ ۳۰۹)

"ان میں ایسا خلوص اور جوش اور ایثار پایا جاتا ہے جو سچائی کیلئے قابل تعریف ہے باوجودیکہ وہ دق کرنیوالے اور سخت جارحانہ ہتھیار استعمال کرتے ہیں"

(پادری کریمر رسالہ مسلم ورلڈ جلد ۱۳)

"غالباً سب سے زیادہ کامیاب عیسائی مشنری کام جو کسی ملک میں ہو رہا ہے وہ ایران میں ہے۔ مگر وہ ساتھ ہی یہ بھی خوف ظاہر کرتا ہے کہ احمدیت کے پروپگنڈا کی یہاں ابتدا ہو گئی ہے" (پیپل آف دی ماسک صفحہ ۱۷۲)

[illegible]

"یورپ میں عیسائیت کی نازک حالت سے انہیں بہت سا ایسا سامان مل جاتا ہے جس سے وہ اس مذہب کی عیب جوئی کرتے اور اسلام کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ اپنی سخت جارحانہ کارروائی میں وہ عیسائیت سے وہی سلوک کرتے ہیں جو اکثر اوقات میں عیسائیت نے اسلام سے کیا ہے۔ دوسری طرف میں اہم عیسائیت کے خلاف شائع ہونے والا زہریلا اشاعتی پروپگنڈا پاتے ہیں جو کبھی دنیا میں پیدا ہوا ہو اور یہاں سے ایک عالمگیر نظام بیرونی مشنوں کا قائم کیا گیا ہے" (انڈین اسلام صفحہ ۲۳۹)

۳۔ احمدیت کی کامیابی۔

"اس قسم کی تحریکات جیسے احمدیت ہے اپنی منضبط اخلاقی طاقتوں اور گہرے مذہبی خیالات کے ساتھ ایک خاص اثر ان حدود سے آگے نکل کر ڈال رہی ہیں جو ابتک اسلام کی حدود سمجھی جاتی تھیں" (وہابی اسلام صفحہ ۳۰۹)

"اس تحریک کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اس نے موجودہ حالات کے مطابق ایک نیا علم کلام بھی پیدا کر لیا ہے جو اگرچہ ابھی تک مغربی دلائل کی اصطلاحات پر پورے

طور پر قادر نہ ہوا ہو تاہم ایسا نہیں کہ اپنی طرف توجہ کو نہ کھینچ لے" (نہ ہد اسلام ص۲۵۲)

"اسے (احمدیت کو) یقین ہے کہ یہ مغربی اقوام کو اپیل کر سکتی ہے ایسی اپیل جو اس وقت بھی ایک حد تک کامیاب ہو چکی ہے اگر یہ خیال کیا جائے کہ یہ کامیابی کوئی بڑی نہیں تو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خود ہندوستان میں بھی جہاں اب مسلمان قوم اس کثرت سے ہے کہ دوسرے کسی ملک میں نہیں۔ اشاعت اسلام کی ابتدا نہایت آہستہ ہوئی تھی۔" (اسلام ایٹ دی کراس روڈز ص۱۰۰)

۴۔ احمدیہ جماعت لاہور۔

احمدیت دو حصوں پر تقسیم ہوگئی ..... لاہور کی جماعت جو زیادہ کام کر رہی ہے اس نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ مغربی دنیا میں اسلام پیش کرنے میں کہاں تک کامیابی ہو سکتی ہے ..... (ترجمہ قرآن) انگریزی کی ایڈیشن جو ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی ایک نئی روشنی کے آدمی کی تصنیف ہے جو ابتک خاصہ متعصب ہے .....

اس احمدیہ ترجمہ کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ مقامات جن پر اعتراض ہوتا ہے انہیں صاف کیا جائے ..... دوسرے مترجم نے یہ ثابت کرنے کیلئے بڑا زور لگایا ہے کہ اسلام ایک بہت بلند مذہب ہے تیسرے وہ مسیح کے مذہب کو ناقص ثابت کرنیکی کوشش کرتا ہے۔" (انفلوئنس آف اسلام ص۱۰۹)

"لاہور کی جماعت جو اصل قوم سے الگ ہوگئی ہے اس وجہ پر کہ وہ بانی سلسلہ کو محض مجدد تسلیم کرتے ہیں نہ کہ نبی۔ وہ اسلامی رائے عامہ کو زیادہ پسند ہیں۔ ... ان کا اثر اس سے بہت زیادہ وسیع ہے جو انکی تعداد سے قیاس ہو سکتا ہے ان کے اسلام سے فارغ اور اسکی حفاظت کو بہت سے تعلیمیافتہ مسلمان قبول کرتے ہیں کہ یہی ایک صحیح

ہے جس میں وہ عملی رنگ میں اسلام کے وفادار رہ سکتے ہیں" (پادری کریمر مسلم ورلڈ جلد ۲۱)

"فرقہ قادیان اس بات پر زور دیتا ہے کہ بانیٔ سلسلہ نبی تھا۔ مگر لاہور کے فریق کا یہ اصرار ہے کہ وہ صرف ایک مجدد تھے" (انڈین اسلام ص ۳۲۸)

ہمارے کام کے متعلق مسلم رہنماؤں کی رائے

۱۔ ہز ہائینس نواب جہانگیر میاں والیٔ ریاست مانگرول (کاٹھیاواڑ)

"میرے خیال سے یہ ایک خاص صفت تو صرف آپ ہی کی انجمن کے ممبروں کیلئے قدرت نے عطا فرمائی ہے کہ آپ کی انجمن کے جو افراد ہیں وہ اپنے فرائض کی ادائگی میں ایسے مستعد اور مستقل واقع ہوئے ہیں کہ شاید یہ بات ہندستان کی کسی دوسری انجمن کے افراد کو کم حاصل ہوگی۔ بہرحال میری رائے تو یہ ہے کہ تبلیغ و اشاعت اسلام کی خدمات آپ کی انجمن جس تندہی، محنت، جانفشانی اور عمدہ طریق پر انجام دے رہی ہے وہ ہر مسلمان کیلئے باعث شکر و مبارکباد ہیں۔ چنانچہ آپ کی انجمن کے جملہ افراد کو ان کی اسلامی خدمات پر مبارکباد دیتا ہوں۔"

۲۔ آنریبل خان بہادر شیخ عبد القادر صاحب ممبر انڈیا کونسل لندن۔

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ایک عرصہ سے اشاعت مذہب کے متعلق بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہے اس کے سب سے بڑے رکن اور صدر جناب مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ ہیں جنہوں نے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ شائع کر کے انگریزی خوان دنیا کو ممنون احسان کیا ہے۔ آپ ایک ایسے بزرگ ہیں جنہیں اسلام سے سچی محبت ہے اور اہل اسلام بلا لحاظ فرقہ و ملت اُن کی بے لاگ خدمات کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انکی قدر کرتے ہیں .. اس جماعت نے بیرونی ممالک میں .. اسلام کی ایسی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی ہے جسے ہر فرقہ کے مسلمان پہچان سکیں۔"

۳۔ میر غلام بھیک صاحب نیرنگ ایم، ایل۔ اے معتمد جمعیتہ مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالہ۔

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خدمات مشہور اور مسلم ہیں۔ اشاعت اسلام کی ضرورت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگی لیکن اسلام پر جو وقت آج پڑا ہے اس سے بدتر وقت غالباً آجتک کبھی نہیں پڑا۔ جو افراد یا جو جماعتیں ایسے وقت میں ہمہ تن عمل ہو کر خدمت اشاعت اسلام انجام دیں وہ نہایت مبارک ہیں۔ ایسے وقت میں قوم کو میرا پیغام یہی ہو کہ اشاعت اسلام کو دوسرے تمام کاموں پر مقدم سمجھو۔"

۴۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب بیرسٹر لاہور۔

"میں اس انجمن کی کارگذاری سے کئی سال سے واقف ہوں اور اب میں نے اس ٹریکٹ کو بھی دیکھا ہے جو دفتر پیغام صلح سے میرے پاس بھیجا گیا ہے اور جس میں انجمن کے عقائد اور اس کی خدمات دینی و علمی درج ہیں۔ مجھے یہ معلوم کرکے نہایت مسرت ہوئی کہ اس انجمن کے ارکان اور عامۃ المسلمین کے درمیان توحید رسالت کے متعلق کوئی فرق نہیں اور یہ چیز چونکہ میرے نزدیک اساسی حیثیت رکھتی ہے اس لئے میں اس کو بہت اہمیت دیتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ جو تبلیغی کام اس عقیدے کے ماتحت کیا جائے گا وہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی پر منتج ہوگا۔"

۵۔ مولانا عبد المجید صاحب قرشی مدیر اخبار "ایمان" پٹنہ

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے کارنامے مجھے ناچیز کی تعریف و توصیف سے بالاتر ہیں۔ واقعہ میں میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں انجمن کی تبلیغی اور تعمیری خدمات کی تعریف و توصیف سے عہدہ برآ ہو سکوں مجھے تحریک احمدیت کے سیاسی اور مذہبی مسائل سے پانچ فیصدی اختلاف ہوگا مگر انجمن کی تبلیغی نہج سے سو فیصدی اتفاق ہے۔ انجمن نہایت مفید

ہم قابل تعریف اور عظیم الشان خدمات انجام دے رہی ہے قرآن کریم کے انگریزی اور جرمن زبانوں میں تراجم شائع کرنا، قلب یورپ میں مساجد اللہ کی تعمیر، سیرت نبوی کی اشاعت دنیا کے گوشے گوشے میں پیغام اسلام کی علمبرداری۔ اور ان مقاصد عظمیٰ کے لئے ہر سال کئی لاکھ روپیہ جمع کرنا اور پھر اسے نہایت احتیاط و حفاظت اور ذمہ داری کے ساتھ صرف کرنا ایسے کام ہیں جو کسی صورت میں اعجاز سے کم نہیں ہیں انجمن کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے قادیانی جماعت کے غلو کی مخالفت کی۔ اور تمام دنیائے اسلام کے ساتھ شامل رہ کر ختم نبوت کے عقیدہ کی حفاظت فرمائی۔ قادیانی جماعت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل قادیان میں ایک نئے دین اور نئی نبوت کے قیام کا رستہ بنا رہی تھی اگر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اس کا راستہ نہ روکتی تو یہ فتنہ اب تک بہت دور دور تک پھیل چکا ہوتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ انجمن کی یہ خدمت تمام امت کے لئے صد ہزار تحسین و آفرین کی مستحق ہے۔ انجمن کا دوسرا بڑا جہاد یہ ہے کہ اس نے فتنہ تکفیر کا مقابلہ کیا اور کفر سازی کی مشین گنوں کی قوت کو توڑ دیا۔ میری تہ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انجمن کے کاموں میں برکت دے اور زیادہ سے زیادہ استحکام بخشے۔"

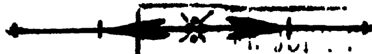
۴۔ مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی ایڈیٹر "سچ" لکھنؤ۔

"جو عام خدمات اسلامی آپ کی جماعت ہمت و سرگرمی، جوش و انہماک کے ساتھ انجام دے رہی ہے انکی داد نہ دینا ظلم ہے اور دیکھا جائے مجھے تو بار بار رشک آچکا ہے۔ یورپ، امریکہ میں تبلیغ اسلام کی کوششیں۔ آپ کے امیر جماعت کا انگریزی ترجمہ قرآن، اردو تفسیر قرآن، سیرت خیر البشر، تاریخ خلافت راشدہ، مقام حدیث،

وغیرہ متعدد انگریزی و اُردو تصانیف نیز خواجہ صاحب کا اسلامک ریویو، ان سب کے ذریعہ سے انگریزی خوانوں تک جو روشنی پہنچ رہی ہے۔ اس کے فیض سے کوئی واقف کار کیسے انکار کر سکتا ہے۔"

۷۔ مولانا عبدالمجید صاحب سالک ایڈیٹر روزنامہ "انقلاب" لاہور

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے ممالک غیر میں بیس اکیس سال سے اسلام کے حقائق نیرہ کی اشاعت کیلئے جو عظیم الشان کام جاری کر رکھا ہے اس کے نتائج نہایت حوصلہ افزا ہیں لیکن میرے نزدیک اس انجمن کی کامیابیوں کا اندازہ اس امر سے نہ کرنا چاہیئے کہ اس کے قائم کردہ مراکز نے آجتک کتنے غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام بنایا ہے۔ بلکہ اس انجمن کی سب سے زیادہ جلیل القدر خدمت یہ ہے کہ اس کے وجود اور اس کی سرگرمیوں نے یورپ اور امریکہ کے مصنفین و مدیران جرائد کی ان شرمناک غلط بیانیوں کا کماحقہٗ سدباب کر دیا ہے جو وہ آئے دن اسلام اور شارع اسلام کے خلاف کیا کرتے تھے۔ اس انجمن کے مرکزوں کے قیام سے پہلے اسلام کے خلاف لٹریچر کی اشاعت بہت زوروں پر تھی لیکن اب یہ حالت ہے کہ اگر بلاد مغرب کے کسی گوشے سے کوئی بدبخت انسان اسلام اور اس کے شارع علیہ السلام کے خلاف ایک فقرہ بھی شائع کرتا ہے تو اس انجمن کے سرگرم مبلغین اس کی تردید اور آئندہ کیلئے ایسے حملوں کے سدباب کیلئے اپنی پوری قوتیں صرف کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہب مقدس اسلام کی ساکھ روز بروز بڑھ رہی ہے۔ میرے نزدیک یہی ایک خدمت ایسی عظیم الشان ہے جس کی بنا پر مسلمانوں کو اس انجمن کی امداد میں پورا حصّہ لینا چاہیئے۔"



۷- سیرت نبوی کا ترجمہ ذیل کی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ انگریزی، ترکی، البانوی، پولش، اطالین، جاوی، ملائی، ڈچ، چینی، ہندی، سندھی، بنگالی، گورمکھی، تامل، گجراتی، سیامی، کناری۔

۸- متفرق مذہبی لٹریچر تیس ۳۰ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

۹- مذہبی اخبار اور رسالے ذیل کی زبانوں میں جاری ہیں۔ انگریزی، ڈچ، جرمن، جاوی۔

۱۰- ہندوستان میں شیلانگ مشن کی بنیاد اسی انجمن نے رکھی اب علیحدہ کام ہو رہا ہے۔ تبلیغ اسلام کا کام مختلف مواقع پر ہو رہا ہے۔ تین ہزار کے قریب ہندو اور عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں

۱۱- دو ہائی سکول قائم کئے گئے ہیں جن میں دینی و دنیوی تعلیم کا بہترین انتظام ہے۔

۱۲- دوسرے مذاہب کے متعلق ریسرچ کا کام جاری ہے۔ ویدوں کا ترجمہ اردو میں ایک حصہ ہو چکا ہے۔

۱۳- اردو میں ضرورت زمانہ کے مطابق بہترین لٹریچر تیار ہو رہا ہے۔ قرآن شریف کا ترجمہ و تفسیر، صحیح بخاری کا ترجمہ، سیرت و تاریخ اسلامی پر کتابیں تعلیم یافتہ طبقہ میں قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

۱۴- بیرونی ممالک کے طلبا کو بلا کر اسلامی تعلیم دی جاتی ہے۔ ٹرینیڈاڈ اور سیام میں اسی انجمن کے تعلیم یافتہ تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ البانیہ کے تین طالب علم اس وقت تعلیم حاصل کرتے ہیں

۱۵- مساکین، بیوہ، یتامیٰ کی امداد کیلئے فنڈ قائم ہے۔ کالجوں اور سکولوں کے طلبا کی بھی حسب گنجائش وظائف سے مدد کی جاتی ہے۔

۱۶- قرآن شریف اور سیرت کے انگریزی ترجموں کی ہزارہا کاپیاں مفت لائبریریوں میں، جہازوں میں اور بڑے بڑے شخصوں میں تقسیم ہو چکی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں۔

۱۷- مسلمانوں کی مذہبی اور قومی ضروریات کے متعلق ستر لاکھ سے زیادہ صفحات ٹریکٹوں کی صورت میں شائع ہو چکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔

۱۸- چین مشن کے لیے تین ہزار روپیہ جمع ہو چکا ہے۔ اور ہماری شاخ جاوا ہالینڈ میں مشن قائم کر رہی ہے۔

ہمارے عقائد

۱۔ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

۲۔ ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور بالفاظ بانی سلسلہ :-

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا" "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلعم پر ختم ہوگئی" "ہم نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں"۔

۳۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں۔ جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کا آنا مانتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس اُمت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء

۵۔ ہم تمام صحابہ کرام تمام ائمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

۶۔ ہم ہر اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔

۷۔ ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے اُن کے اپنے الفاظ میں "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے" "میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" "اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے"